ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ۝ وَمَآ
اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ؕ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝
وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ
لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ ۝

(یوسف علیہ السلام نے کہا) یہ میں نے اس لئے کیا کہ عزیز کو معلوم ہو جائے کہ میں نے پیٹھ پیچھے اس کی خیانت نہ کی اور اللہ دغا بازوں کا مکر چلنے نہیں دیتا *

اور میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں بتاتا بے شک نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے مگر جس پر میرا رب رحم کرے بے شک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے * اور بادشاہ بولا انہیں میرے پاس لے آؤ کہ میں انہیں اپنے لئے چن لوں پھر جب اس سے بات کی کہا بے شک آج آپ ہمارے یہاں معزز معتمد ہیں (۱۲/۵۲ تا ۵۴ * ت:ک)

۵۲ - حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ (باتیں یعنی قاصد کو جواب دیدینا اس کے ساتھ نہ جانا میں نے) اس لئے کیں کہ اس کو (یعنی عزیز مصر کو) یقین کے ساتھ معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کے پس پشت اس کی غیر موجودگی میں (اس کی آبرو میں) کوئی خیانت نہیں کی اور یہ بھی (معلوم ہو جائے) کہ اللہ خیانت کرنے والوں کے فریب کو چلنے نہیں دیتا۔ (مظہری)

۵۳ - عزیز مصر کی بیوی زلیخا کے اقرار و اعتراف کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام نے جو یہ فرمایا تھا کہ میں نے اپنی براءت کا اظہار اس لئے چاہا تھا تاکہ عزیز کو یہ معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کی غیبت میں اس کی خیانت نہیں کی ہے اور میں نے اس کے اہل کی حرمت خراب کرنے سے مجتنب رہا ہوں اور جو الزام مجھ پر لگائے گئے ہیں میں ان سے پاک ہوں اس کے بعد آپ کا خیال مبارک اس طرف گیا کہ اس میں اپنی طرف پاکی کی نسبت اور اپنی نیکی کا بیان ہے ایسا نہ ہو کہ اس میں شان خود بینی اور خود پسندی کا شائبہ بھی آئے اسی نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں تواضع و انکسار کے ساتھ عرض کیا کہ میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں بتاتا مجھے اپنی بے گناہی پر ناز نہیں ہے اور میں گناہ سے بچنے کو اپنے نفس کا زور قرار نہیں دیتا نفس کی جنس کا یہ حال ہے کہ "بے شک نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے مگر جس پر میرا رب رحم کرے" یعنی اپنے جس مخصوص بندے کو اپنے کرم سے معصوم کرے تو اس کا برائیوں سے بچنا اللہ کے فضل و رحمت سے ہے اور معصوم کرنا اسی کا کرم ہے۔

جب بادشاہ کو حضرت یوسف علیہ السلام کے علم اور امانت کا حال معلوم ہوا اور وہ آپ کے حسن صبر حسن ادب قید خانہ والوں کے ساتھ احسان مشقتوں و تکلیفوں پر ثابت و استقلال رکھنے پر مطلع ہوا تو اس کے دل میں آپ کا بہت ہی عظیم اعتقاد پیدا ہوا۔ (حاشیہ کنز الایمان)

۵۴ - مروی ہے کہ جب یوسف علیہ السلام کا جواب بادشاہ کو سنایا گیا تو بادشاہ کو یوسف علیہ السلام کے دیدار کا اشتیاق ہوا اسی لئے کہا یوسف علیہ السلام کو میرے پاس لے آؤ میں انہیں اپنا خاص اور مقرب مقرر کروں گا۔ (
سعدی مفتی مرحوم نے فرمایا کہ بادشاہ نے پہلے یوسف علیہ السلام کو اپنے علم تعبیر کی وجہ سے بلایا تو صرف یہ کہا ائتونی بہ

جب یوسف علیہ السلام نے استغناء دکھایا اور بادشاہ کو ان کی امانت و صبر و ہمت اور مروت نظر آئی اور اس کی اول
طلب پر عجلت نہ کرتے ہوئے توجہ فرمایا تو بادشاہ کی نظروں میں ان کی عظمت و محبت بڑھ گئی اس نے دوبارہ بلاوا
بھیجا (ائْتُونِي بِهِ أَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِي) پس جب کہ اس سے گفتگو کی یعنی یوسف علیہ السلام سے گفتگو کرتے ہوئے
عرض کی اور آپ کے اندر رشد اور احسن رائے دیکھی تو حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ اے سچے بزرگ آپ آج
کے بعد ہمارے ہاں ذو مرتبہ اور صاحب عز و شان ہو گئے ہیں ہم نے آپ کو اپنے ہر معاملہ پر امین مقرر کر دیا ہے۔ (احسن البیان)

لغوی اشارے * أَخُنْهُ : میں نے اس کی خیانت کی (نصر) أَخُونُ خِيَانَةً سے۔ مضارع کا صیغہ واحد متکلم
ہ ضمیر واحد مذکر غائب۔ لَمْ أَخُنْهُ میں نے اس سے خیانت نہیں کی لَمْ کے آنے سے مضارع ماضی منفی کے معنی
دیتا ہے ۞ الْخَائِنِينَ : خیانت کرنے والے، دغاباز، خِيَانَةٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ۞ أُبَرِّئُ : میں
بری کرتا ہوں یا کروں گا تَبْرِئَةٌ سے جس کے معنی بری کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد متکلم ۞ أَمَّارَةٌ : بڑا
حکم دینے والا۔ أَمْرٌ سے جس کے معنی حکم دینے کے ہیں۔ مبالغہ کا صیغہ بروزن فَعَّالَةٌ ۞ أَسْتَخْلِصْهُ :
میں اس کو خالص کر رکھوں۔ إِسْتَخْلَصَ، إِسْتِخْلَاصٌ سے جس کے معنی پسند کرنے اور خالص کر رکھنے کے ہیں
مضارع کا صیغہ واحد متکلم ہ ضمیر واحد مذکر غائب ۞ مَكِينٌ : صفت مشبہ مرفوع مَكُونٌ مصدر (نصر)
عزت والا، مرتبہ والا ۞ أَمِينٌ : امانت دار، امن والا، معتبر أَمَانَةٌ اور أَمْنٌ سے۔ اسم فاعل کا صیغہ بھی
ہو سکتا ہے اور اسم مفعول کا بھی کیونکہ مَفْعِيلٌ کا وزن دونوں میں مشترک ہے۔ فراء نے اس کو بمعنی فاعل بتایا ہے
(تفسیر فتح القدیر) اور بعض دوسرے علماء نے بمعنی مفعول۔ (لغات القرآن)

معروضات مزید * حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ میں نے اس لئے کیا تھا کہ عزیز مصر اس حقیقت کو جان لے
اور اسے اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کی غیر حاضری اور موجود نہ ہونے کی حالت میں خیانت نہیں کی اور یقیناً
اللہ تعالیٰ دغابازوں کی فریب کاریوں کو کامیاب نہیں ہونے دیتا۔ چونکہ بادشاہ مصر پر پہلے ہی سے حضرت یوسف
علیہ السلام کے علم، فہم کا بڑا اثر تھا اب جو اس کو حضرت یوسف علیہ السلام کی اعلیٰ ظرفی، بلند کرداری، استقامت
حال، حسن اخلاق، صبر و برداشت، نیکی پارسائی اور پاکبازی کا حال معلوم ہوا تو وہ دل کی گہرائیوں سے
آپ کا مداح و معتقد ہو گیا۔ بادشاہ مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کی رہائی کا فرمان بلا تاخیر جاری کیا اور
بڑے تزک و احتشام، محبت و احترام کے ساتھ اپنے پاس بلوایا اور نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ اپنے
بازو بٹھایا اور آپ سے تمام اہم امور پر مشاورت کی۔ بادشاہ مصر حضرت یوسف علیہ السلام کی گفتگو
سنجیدہ مشوروں اور اصابت رائے سے اس قدر متاثر و مرعوب ہوا کہ بے ساختہ کہہ اٹھا "آپ آج
ہمارے ہاں بڑے قابل احترام و تعظیم اور معتمد و امانت دار ہیں۔ بادشاہ نے مزید آپ سے قحط کے برسوں
میں اختیار کی جانے والی تدابیر سے متعلق دریافت کیا اور آپ کی تجاویز پر عمل آوری کا عہد کیا۔ (مس م ح ش)

قَالَ اجْعَلْنِي عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ۝ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۚ
يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ؕ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَلَاَجْرُ
الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝

(حضرت یوسف علیہ السلام نے) کہا مجھ کو زمین کے خزانوں پر مقرر کر دیجئے کیونکہ میں خوب حفاظت کرنے والا خبردار بھی ہوں (حساب کتاب سے بھی واقف ہوں یا یہ کہ حفاظت کے طریقے خوب جانتا ہوں) * اور ہم نے اسی طرح سے یوسف (علیہ السلام) کو زور آور کیا کہ جہاں چاہے وہاں رہے ہم اپنی رحمت جس کو چاہتے ہیں پہنچاتے ہیں اور نیکوں کا بدلہ ضائع نہیں کیا کرتے * اور جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے رہے ان کے لیے آخرت کا اجر تو اس سے کہیں بہتر ہے
(۱۲/۵۵ تا ۵۷ * ت: ج)

۵۵۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا مجھے ملک (مصر) کی پیداوار اور مال پر مقرر کر دو میں اس کام کی خوب نگہداشت کرنے والا اور جاننے والا ہوں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی امانت داری اور کارگزاری کا خود اظہار کیا اور خود عہدہ طلب کیا تاکہ اس کے ذریعے سے اللہ کے احکام مخلوق میں جاری کر سکیں، حق کو قائم کریں اور عدل کو دنیا میں پھیلائیں۔ اسی کام کے لئے انبیاء آتے ہیں اور ان کی بعثت کی غرض یہی ہوتی ہے۔ آپ کو معلوم تھا کہ میرے سوا اور کوئی اس کام کو کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا، پس آپ نے عہدۂ حکومت کی طلب اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کی تھی جاہ و اقتدار کی طلب نہ تھی۔ اس آیت سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ اگر انسان کو اپنی ذات پر اطمینان اور بھروسہ ہو تو حکومت کا کوئی عہدہ اور قضاء کی طلب جائز ہے اور اپنی اہلیت کار کے اظہار میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ایک بات یہ بھی نکلتی ہے کہ بادشاہ کافر ہو یا ظالم اس کی طرف سے کسی کام پر مامور ہونا (بشرطیکہ وہ کام افادیت عامہ رکھتا ہو اور جاہ طلبی کا داعیہ نہ ہو) جائز ہے ظالموں اور فاسقوں کی طرف سے ہمارے محترم اسلاف محکمہ قضاء کی خدمت اسی غرض سے قبول کرتے رہے ہیں (تفسیر مظہری)

۵۶۔ "اور یوں ہی ہم نے یوسف (علیہ السلام) کو اس ملک پر قدرت بخشی اس میں جہاں چاہے رہے" سب ان کے تحت تصرف ہے امارت طلب کرنے کے ایک سال بعد بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بلا کر آپ کی تاج پوشی کی اور تلوار اور مہر آپ کو پیش کی اور آپ کو طلائی تخت پر تخت نشین کیا جو جواہرات سے مرصع تھا اور اپنا ملک آپ کو تفویض کیا اور قطفیر (عزیز مصر) کو معزول کر کے آپ کو اس کی جگہ والی بنایا اور تمام خزائن آپ کو تفویض کئے اور سلطنت کے تمام امور آپ کے ہاتھ میں دے دیئے اور خود مثل تابع کے ہو گیا کہ آپ کی رائے میں دخل نہ دیتا اور آپ کے ہر حکم کو مانتا ...... مصر میں آپ کی حکومت مستحکم ہوئی آپ نے عدل کی بنیادیں قائم کیں ہر زن و مرد کے دل میں آپ کی محبت پیدا ہوئی اور آپ نے قحط سالی کے ایام کے لئے غلوں کے ذخیرے جمع کرنے کی تدبیر فرمائی اس کے لئے بہت وسیع اور عالی شان انبار خانے تعمیر فرمائے اور بہت کثیر ذخائر جمع کئے (جو قحط سالی کے ایام میں کام میں آئے)۔ "ہم اپنی رحمت (یعنی ملک و دولت و نبوت) جسے چاہیں پہنچائیں اور ہم نیکوں کا نیگ ضائع نہیں کرتے"
(کنزالایمان۔ حاشیہ)

۵۶ "اور نیک عمل کرنے والوں کے نیک اعمال کو ضائع نہیں کرتے یعنی انھیں ہم دنیا و آخرت میں پورا اجر دیتے ہیں" وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اور ان کے لئے آخرت میں اجر۔ انھیں دائمی اور غیر منقطع نعمتوں سے سرفراز کیا جائے گا کہ وہ کبھی ختم نہیں ہوں گی خَیْرٌ بہتر ہے اس لئے کہ وہ فی نفسہٖ افضل و اعظم و دوام ہے * ان لوگوں کے لئے جو کفر اور خواہش نفسانی سے بچتے تھے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے احسان و تقویٰ کی وجہ سے کنویں کی گہرائیوں سے نکل کر تخت شاہی اور جاہ و جلال پایا۔ (روح البیان)

لغوی اشارے * خَزَآئِن: خزانے۔ خزانۃٌ اور خزینۃٌ کا جمع ۞ اَرْض: زمین ارضون جمع ۞ حَفِیْظٌ: نگہبان، حفاظت کرنے والا۔ یاد رکھنے والا۔ حفظٌ سے بروزن فعیلٌ بمعنی فاعل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے کیوں کہ وہ کل کا نگہبان ہے ۞ عَلِیْمٌ: بڑا دانا، خوب جاننے والا۔ علمٌ سے بروزن فعیلٌ مبالغہ کا صیغہ علماء جمع ۞ مَکَّنَّا: جمع متکلم ماضی معروف۔ ہم نے ان کو جاہ عطا کیا، ہم نے ان کو با اقتدار بنایا ۞ نُصِیْبُ: جمع متکلم مضارع۔ اصابۃٌ مصدر باب افعال ہم متوجہ کردیں۔ ہم پہنچادیں ۞ نُضِیْعُ: جمع متکلم مضارع اِضَاعَۃٌ مصدر (افعال) ہم ضائع (نہیں) کریں گے۔ ضیعٌ اور ضیاعٌ مصدر (ضرب) ضائع ہونا، کھو جانا ۞ اَجْر: مزدوری، ثواب، عوض، بدلہ۔ اُجُوْرٌ جمع (اق)

مفہومات مزید * بادشاہ مصر نے قحط سالی کے زمانے میں اختیار کی جانے والی تدابیر کی دریافت کے بعد اپنے مال و خزائن سے متعلق پوچھا حضرت یوسف علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ "مجھے مقرر کردے زمین کے خزانوں پر بے شک میں (ان کی) حفاظت کرنے والا (اور معاشی مسائل کا) ماہر ہوں" چناں چہ بادشاہ مصر نے آپ کو مختار سلطنت بنا کر جملہ اختیارات تفویض کر دئے۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل و کرم سے نوازتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو کنعان کے بیابان کے ایک خشک کنویں کی تہ تک سے نکال کر مصر جیسے دولت مند، متمدن اور ترقی یافتہ ملک کے خزانوں کا مختار بنا دیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے سلطنت کا انتظام نہایت خوبی کے ساتھ انجام دینا شروع کیا زرعی ترقی کے لئے کسانوں کو سہولیت، غیر آباد زمینوں کی آبادی، غلہ کے عظیم الشان گودام، اجناس کی حفاظت کے موثر انتظامات اور ان کی تقسیم کے عادلانہ اصول نے مصر والوں کو فاقہ کشی، مصائب اور ناگہانی صورتحال سے محفوظ رکھا جب کہ مصر کے اطراف و اکناف کے علاقہ جات قحط سالی کی شدت کے سبب تباہ کن اور ہلاکت خیز حالات سے دوچار ہو رہے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن انتظام کے سبب مصر میں قحط سالی کے باوجود ایسی کوئی صورت پیدا نہ ہو سکی جس کی وجہ سے اہلیان مصر کو پریشانی لاحق ہو اسی لئے مصر میں ہر ایک حضرت یوسف علیہ السلام کا والہ و شیدا ہو گیا سات سالہ طویل خشک سالی کے دوران مصر کی معیشت مستحکم رہی یہاں تک کہ مصر والوں کو دوسروں کی کفالت اور اعانت کرتے رہنا مشکل نہ رہا * ارشاد حق تعالیٰ کہ "ہم ضائع نہیں کرتے اجر عمدہ کام کرنے والوں کا" اس میں نیکوکار کی حوصلہ افزائی فرمائی گئی ہے، نیک کاروں، نیک کرداروں کا اجر و معاوضہ تو موجود ہے جہاں تک رحمت و فضل کی بات ہے یہ کسی ضابطہ کے تحت متعین و منحصر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جس پر چاہے جس طرح چاہے رحمت و فضل و کرم فرمادے ملکی اقتدار بھی بلاشبہ رحمت و فضل میں شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے عطا فرمادے۔ مصر پر حضرت یوسف علیہ السلام کا اقتدار اور تصرف و اختیار اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور رحمت تھی۔ حضرت یوسف علیہ السلام جب بادشاہ مصر کے پاس آئے تو اس وقت آپ کی عمر بعض روایتوں کے مطابق تیس ۳۰ سال تھی (معالم، حقی)

وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ۝ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْٓ اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِيْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ۝

اور (ایک روز) آ نکلے برادران یوسف (علیہ السلام) اور ان کی خدمت میں حاضر ہوئے سو آپ نے تو انھیں پہچان لیا لیکن وہ آپ کو نہ پہچان سکے * سو جب مہیا کر دیا ان کے لئے ان (کی رسد و خوراک) کا سامان تو فرمایا (دوبارہ آؤ) تو لے آنا میرے پاس اپنے پدری بھائی کو کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں کس طرح پیمانہ بھر کر دیتا ہوں اور میں کتنا مہمان نواز ہوں * اور اگر تم اسے نہ لے آئے میرے پاس تو (سن لو) کوئی پیمانہ تمہارے لئے میرے پاس نہ ہوگا اور نہ تم میرے قریب آ سکو گے۔
(۱۲/ ۵۸ تا ۶۰ * ت : ض)

۵۸۔ اور (حضرت) یوسف (علیہ السلام) کے بھائی آئے اور یوسفؑ کے پاس پہنچے تو یوسفؑ نے ان کو پہچان لیا اور وہ یوسفؑ کو نہ پہچان سکے۔ یعنی دس بھائی یوسفؑ کے پاس پہنچے۔ حضرت ابن عباسؓ اور مجاہد نے فرمایا حضرت یوسفؑ نے پہلی ہی نظر میں بھائیوں کو پہچان لیا۔ حضرت ابن عباسؓ سے بھائیوں کے حضرت یوسفؑ کو نہ پہچاننے کی یہ وجہ بیان کی کہ کنویں میں ڈالنے اور اب سامنے آنے کے درمیان چالیس برس کی مدت گزر گئی تھی۔ طول زمانہ شناخت سے مانع ہوا۔ عطا نے کہا حضرت یوسف اس وقت شاہانہ تاج پہنے شاہی تخت پر رونق افروز تھے اس لئے بھائی نہ پہچان سکے (تفسیر مظہری)

۵۹۔ اور جب ان کے سفر کا سامان تیار فرمایا یعنی وہ اشیاء جن کی مسافر کو سفر میں ضرورت پڑتی ہے کھانے پینے و دیگر ضرورت کی اشیاء اور ان کے اونٹوں کے پالان اور غلہ کی بوریاں اونٹوں پر رکھوائیں۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔ اپنے علاتی بھائی کو بھی میرے پاس لاؤ۔ (اس وقت دس بھائی آئے تھے) یوسف علیہ السلام سے انہوں نے اپنے گیارہویں بھائی کے لئے غلہ مانگا تو آپ نے خلاف عادت ان کے گیارہویں بھائی کے لئے بھی غلہ دے دیا لیکن یہ شرط لگی کہ دوسری بار آؤ تو اس بھائی کو بھی اپنے ساتھ لانا تاکہ تمہاری صداقت معلوم ہو۔ میں غلہ پورا دیتا ہوں کسی کی حق تلفی نہیں کرتا۔ میں اتنا ہی محسن اور اعلیٰ قسم کا مہمان نواز ہوں۔ بلا شبہ یوسف علیہ السلام نے جیسے فرمایا تھا ویسے ہی تھے اس لئے کہ مہمان نوازی میں کسی قسم کی کسر نہ چھوڑتے تھے (بحوالہ روح البیان)

۶۰۔ جب انہیں غلہ دیا جانے لگا اور ان کے تھیلے بھر دیئے گئے اور جتنے جانور ان کے ساتھ تھے وہ جتنا غلہ اٹھا سکتے تھے بھر دیا تو فرمایا۔ دیکھو اپنی صداقت کے اظہار کے لئے اپنے اس بھائی کو جسے تم اس مرتبہ اپنے ساتھ نہیں لائے اب کے آؤ تو لیتے آنا دیکھو میں نے تم سے خوش سلوکی کی ہے اور تمہاری بڑی خاطر تواضع کی ہے (پھر یہ بھی فرما دیا) اگر دوبارہ کے آنے میں (اپنے گھر چھوڑ کر آئے ہوئے بھائی کو) ساتھ نہ لائے تو میں تمہیں ایک دانہ اناج کا نہ دوں گا بلکہ تمہیں اپنے نزدیک بھی نہ آنے دوں گا۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ ہم انہیں کہہ سن کر ہر طرح پوری کوشش کریں گے کہ اپنے اس بھائی کو بھی لائیں تاکہ بادشاہ کے سامنے ہم جھوٹے نہ پڑیں۔ جب بھائی کو بیچ لیا اور ان کے ساتھ تھے تو حضرت یوسفؑ نے اپنے چاکروں کو اشارہ کیا کہ جو اسباب یہ لائے تھے اور جس کے عوض انہوں نے ہم سے غلہ لیا تھا وہ بھی ان کو واپس کر دو لیکن اس کو تھیلوں کے ساتھ کہ انھیں معلوم نہ ہو۔ یہ ہو سکتا ہے کہ آپ نے اپنے والد اور بھائیوں سے اناج کا معاوضہ لینا نامناسب سمجھا ہو اور یہ بھی قرین قیاس

ہے کہ آپ نے یہ خیال فرمایا ہو کہ جب یہ اپنا اسباب کھولیں گے اور یہ چیزیں اس میں پائیں گے تو یہ ضروری ہے کہ ہماری چیزیں
ہمیں واپس دینے کو آئیں اور اسی بہانے بھائی سے ملاقات ہو جائے گی۔ (تفسیر ابن کثیر)

لغوی اشارے ★ جَهَازِهِمْ : ان کا سامان، ان کا اسباب، جس ساز و سامان کی تیاری کی جائے جہاز کہلاتا ہے
اَجْهِزَةٌ جمع ہے مضاف ہے هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ⊕ اَلْكَيْلُ : مصدر مرفوع، پیمانے سے غلہ وغیرہ کا
ناپنا۔ مراد غلہ ⊕ اَلْمُنْزِلِيْنَ : اسم فاعل جمع مذکر مجرور معرفہ اِنْزَالٌ مصدر، اتارنے والے یعنی مہمان کو ٹھہرانے
والے۔ چونکہ عموماً دور کا مسافر سواری پر آتا ہے اور میزبان آ کر اس کو اتارتا ہے اس لئے مُنْزِلٌ (اتارنے والا)
میزبان ہو گیا ⊕ ائْتُوْنِيْ : تم میرے پاس لاؤ گے اس میں ی ضمیر واحد متکلم ہے جبکہ اس کا تعدیہ بذریعہ باء ہے (لاق)

تشریحات مزید ★ حضرت یوسف علیہ السلام کی حکیمانہ تدابیر کے باعث مصر اس موقف میں تھا کہ اہلیان ملک کی ضروریات کی
کفالت کے ساتھ ساتھ اردگرد کے ضرورت مندان اناج کو قیمتاً غلہ مہیا کرے اسی بنا پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں
سے فرمایا کہ مصر جا کر غلہ خرید کر لاؤ چنانچہ فرزندان حضرت یعقوب ؑ کنعان سے مصر روانہ ہوئے۔ حضرت یوسف ؑ
کے برادران مصر آئے جہاں غلہ کی تقسیم کا کام خود حضرت یوسف علیہ السلام کی راست نگرانی میں ہو رہا تھا۔ جب کنعان سے
آئے ہوئے فرزندان حضرت یعقوب ؑ دربار مصر میں غلہ کے حصول کے لئے داخل ہوئے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں
پہچان لیا لیکن ان کے بھائی انہیں نہ پہچان سکے کیونکہ وہ تصور تک نہیں کر سکتے تھے کہ جس یوسف (علیہ السلام) کو
انہوں نے کنویں میں ڈھکیل دیا تھا اور بعد میں ایک قافلہ کے ہاتھوں فروخت کر دیا تھا وہ آج عروج و اقبال اور عزت و
وقار کے ساتھ تخت سلطنت مصر پر متمکن ہو گا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بڑی محبت و دلجوئی کے ساتھ سارے حالات
ان سے دریافت کئے والد محترم کے متعلق دریافت کر لیا اور اس بات سے بھی واقف ہو گئے کہ ان بھائیوں کے ساتھ
نہایت سلوک فرمایا ان کی عزت و خاطر تواضع میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور خوب غلہ دے کر روانہ کیا۔ ان کے جاتے وقت تاکید
کی کہ جب دوبارہ آئیں تو اپنے ساتھ اس بھائی کو بھی لے آئیں جنہیں چھوڑ کر آئے تھے (وہ علاتی بھائی ہیں) یہ مروی ہے کہ جب یوسف علیہ السلام
نے بھائیوں کو دیکھا تو ان سے پوچھا تم کون ہو۔ انہوں نے کہا ہم اہل شام سے ہیں۔ ہم سب ایک باپ کے بیٹے ہیں اور ہمارے والد بڑے
نیک اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں ان کا اسم گرامی یعقوب علیہ السلام۔ حضرت یوسف ؑ نے پوچھا تم کتنے بھائی ہو انہوں نے کہا
ہم بارہ بھائی تھے (ان کے بیچ) اب ہم گیارہ ہیں جن میں سے دس آپ کے پاس آئے ہیں اور ہمارا گیارہواں بھائی والد
گرامی کے پاس ہے۔ آپ نے فرمایا
تم صفائی کا گواہ لاؤ جو مجھے یقین دلائے کہ واقعی تم اشراف ہو اور جو کچھ تم نے حالات سنائے ہیں وہ حق ہیں۔ انہوں نے کہا
یہاں ہمارا کوئی واقف نہیں۔ آپ نے فرمایا اپنے سے ایک بھائی کو میرے پاس چھوڑ جاؤ اور جیسے تم کہتے ہو کہ تمہارا ایک بھائی
اور ہے اسے لاؤ اور وہی بھائی اپنے والد گرامی کا پیغام مجھے آ کر سنائے جب تک وہ بھائی نہیں آئے گا میں تمہاری
تصدیق نہیں کروں گا۔ آپس میں قرعہ اندازی کی جائے جس کا نام قرعہ میں نکلے وہ یہاں رہ جائے چنانچہ قرعہ بنام شمعون
نکلا اسے یوسف علیہ السلام کے پاس چھوڑ کر وہ سارے بھائی کنعان روانہ ہو گئے۔ (سراج منیر)

قَالُوا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ أَبَاهُ وَإِنَّا لَفَاعِلُونَ ۝ وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوا بِضَاعَتَهُمْ فِي رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُونَهَا إِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝ فَلَمَّا رَجَعُوا إِلَىٰ أَبِيهِمْ قَالُوا يَا أَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَأَرْسِلْ مَعَنَا أَخَانَا نَكْتَلْ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝

وہ بولے ہم اس کے والد سے ضرور اس کو طلب کریں گے اور ہم یہ ضرور کر کے رہیں گے * اور (یوسف علیہ السلام) نے اپنے خادموں سے کہا کہ ان کی پونجی انھی کے سامان میں رکھ دو کہ جب اپنے گھروں کے پاس پہنچیں تو اسے پہچان لیں اور اس سے شاید کہ وہ پھر آئیں * غرض جب وہ اپنے والد کے پاس پہنچے تو بولے ابا ہمارا غلہ بند کر دیا گیا ہے سو آپ ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو بھیج دیجئے تو ہم غلہ لا سکیں اور ہم ان کی حفاظت کے پورے ذمہ دار ہیں۔ * (۱۲/۶۱ تا ۶۳ ت : م)

۶۱۔ بولے اس کی طرف سے والد کو (منانے) کی ہم کوئی تدبیر ضرور کریں گے اور (جو کچھ آپ نے حکم دیا اس کی) بلا شبہ تعمیل کریں گے یعنی اس کی جدائی کا غم والد کو ضرور ہوگا مگر ہم (کوشش و مصلحت سے) کچھ ایسا کریں گے اور والد کے پاس سے لانے کی کوئی تدبیر کریں گے اور اس کی طرف سے والد کا منانا ہی اچھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تو اپنے میں سے کسی بھائی کو بطور ضمانت چھوڑ جاؤ تاکہ اس کو لا سکو یہ سن کر بھائیوں نے آپس میں قرعہ اندازی کی قرعہ میں شمعون کا نام نکل آیا۔ شمعون وہی شخص تھا جس کی حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق سب بھائیوں سے زیادہ اچھی رائے تھی (اور اسی نے مشورہ دیا تھا کہ یوسف علیہ السلام کو قتل نہ کرو) چنانچہ شمعون کو یوسف علیہ السلام کے پاس چھوڑ دیا اور باقی سب چلے گئے۔ (بحوالہ تفسیر مظہری)

۶۲۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے ملازموں کو فرمایا "جو غلہ کی بھرتی پر مقرر تھے" دیا دو ان کی پونجی ان کی بوریوں میں۔ یہ اس وقت فرمایا جب ان سے غلہ کی قیمت لے لی (دوسرا مطلب یہ کہ اگلی یعنی یہاں) یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ جس پونجی کے بدلے وہ غلہ لے کر جا رہے ہیں اسے ان کی بوریوں میں ڈال دو * (وہ پونجی چند اسباب یا بقول دیگر چند درہم تھی) ان کی پونجی حضرت یوسف علیہ السلام نے اس لئے لوٹائی کہ ان پر فضل و احسان ہو جائے یا اس ارادہ پر کہ ممکن ہے والد کے گھر ان کے پاس قحط سالی کی وجہ سے سوائے اسی پونجی کے اور کچھ نہ ہو تو پھر وہ مال کے بغیر غلہ خریدنے کے لئے نہ آ سکیں۔ اب اس پونجی کو واپس لوٹانے یا اس کے عوض اور غلہ حاصل کرنے کے لئے آئیں گے * اور یہ سوچ کر پونجی لوٹا دی کہ اس کے ادا کرنے کا حق یا یوسف علیہ السلام کا احسان ذکر کر کے غلہ بھی دیا اور رقم بھی واپس کر دی۔ جب لوٹیں گے اپنے گھر والوں کے پاس اور اپنے سامان کھولیں گے ممکن ہے اس وجہ سے پھر سے پاس لوٹ آئیں یعنی ان کو معرفت ہو کر پھر سے پاس لوٹنے کے لئے مجبور کر دے گی اسی طرح میرا بھائی "بنیامین" مجھے مل سکے گا انھیں میرا فضل و احسان یاد آئے گا اور مجبور ہو جائیں گے کہ جس بادشاہ نے ہماری میزبانی کا حق ادا کیا پھر غلہ بھی پورا عنایت فرمایا اور ہماری پونجی بھی لوٹا دی اس لئے لازم ہے کہ اس کے پاس واپس جایا جائے (روح البیان)

۶۳۔ "پھر جب وہ اپنے والد (حضرت یعقوب علیہ السلام) کی طرف لوٹ کر گئے" اور بادشاہ کا حسن سلوک اور اس کے احسان کا ذکر کیا اور کہا کہ اس نے ہماری وہ عزت و تکریم کی کہ اگر آپ کی اولاد میں سے کوئی ہوتا تو بھی ایسا نہ کرتا (حضرت یعقوب علیہ السلام) فرمایا اب اگر تم بادشاہ مصر کے پاس جاؤ تو میری طرف سے سلام پہنچانا اور کہنا کہ ہمارے والد تیرے حق میں تیرے اس سلوک کی وجہ سے دعا کرتے ہیں" بولے اے ہمارے والد ہم سے غلہ روک دیا گیا ہے" اگر آپ ہمارے ساتھ بھائی بنیامین کو نہ بھیجیں تو غلہ نہ ملے گا" تو ہمارے بھائی کو ہمارے پاس (ساتھ) بھیج دیجئے کہ غلہ لائیں ہم اور ہم ضرور اس کی حفاظت کریں گے" (بحوالہ کنزالایمان وحاشیہ)

لغوی اشارے ✱ نُرَاوِدُ : جمع متکلم مضارع مراودۃ مصدر باب مفاعلۃ۔ رَوْدٌ مادہ ہم پھیرنے کی کوشش کریں گے رَوْدٌ مصدر (باب نصر) نرمی اور آہستگی کے ساتھ کسی چیز کی طلب کرنے کی کوشش کرنا۔ رائد وہ شخص جو قافلہ کے اونٹوں کے لئے پانی اور چارہ کی تلاش میں پہلے سے آگے بڑھ جاتا ہے۔ اِرْوَادٌ (افعال) نرمی اور آہستگی کرنا اسی سے رُوَیْدًا (نرمی کرو آہستگی اختیار کرو) بنایا گیا ہے۔ مُرَاوَدَۃٌ (مفاعلہ) کا معنی ہے ارادوں میں باہم اختلاف ایک کا ارادہ کچھ ہو اور دوسرے کا کچھ۔ یا طلب میں اختلاف کہ کسی شخص کو اس کے مقصد و طلب سے پھیرنے کی کوشش کی جائے ایک کی طلب کچھ اور ہے اور دوسرا اس کو اس کی طلب سے پھیرنے کی کوشش کرے۔ آیت میں یہی معنی مراد ہے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا ہم والد کو پھیرنے کی کوشش کریں گے اور بنیامین کو روک رکھنے سے ان کی خواہش کو بدل دیں گے اور آمادہ کریں گے کہ وہ بنیامین کو ہمارے ساتھ بھیج دیں۔ رَوْدٌ سے ہی ارادہ بنایا گیا ہے ارادہ کی معنوی ترکیب تین چیزوں سے ہوتی ہے۔ اشتیاق و خواہش، حاجت اور امید، جو طاقت ان تینوں کا مجموعہ ہے اسی کا نام ارادہ ہے لیکن محاورہ میں لفظ ارادہ کا استعمال دو معنی کے مجموعہ کے لئے ہوتا ہے نفس کا کسی جانب میلان اور میلان کے ساتھ اس کے ہونے نہ ہونے کا فیصلہ کر دینا یعنی ارادہ کا یہ معنی ہوتا ہے کہ نفس کا کسی طرف میلان ہو جائے اور میلان کے ساتھ نفس اس بات کا فیصلہ بھی کرلے کہ اس چیز کو ہونا چاہیے یا نہ ہونا چاہیے مثلاً زید ایک کام کا ارادہ کرتا ہے تو اول زید اس کام کی طرف میلان کرتا ہے پھر اس کو کرنے نہ کرنے کا فیصلہ کر لیتا ہے اسی کا نام ارادہ ہے لیکن کبھی ارادہ کا اطلاق ایک ایک جز پر بھی ہوتا ہے مثلاً نفس کی صرف خواہش کو بھی ارادہ کہا جاتا ہے یا صرف فیصلہ پر لفظ ارادہ کا اطلاق ہوتا ہے جیسے اللہ ارادہ کرتا ہے یعنی کسی چیز کے ہونے نہ ہونے کا حکم دیتا ہے چونکہ اللہ نفس اور نفسیات سے پاک ہے اس لئے میلان نفس کا تصور بھی اس کے متعلق نہیں کیا جا سکتا اس لئے ارادہ کرنے کا معنی صرف حکم دینا ہے جس طرح ارادہ اختیاری ہوتا ہے اسی طرح اضطراری اور غیر اختیاری بھی ہوتا ہے لیکن ثانی صورت مجازی ہے حقیقی ارادہ وہی ہے جو اختیاری ہو (راغب مع تلخیص زیادات)
(لغات القرآن)

معلومات مزید ✱ جب برادرانِ حضرت یوسف علیہ السلام کنعان واپس پہنچے تو فرمانروائے سلطنت مصر کے حسن سلوک اور مہمان نوازی کی اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کے سامنے خوب تعریف کی۔ اور آئندہ سفر میں بنیامین یعنی چھوٹے بھائی کو بھی ساتھ بھیجنے کی بات کی جس کے لئے فرمانروائے سلطنت مصر نے ان لوگوں کو ان کی واپسی کے وقت تاکید کی تھی۔
(س م ح ش)

قَالَ هَلْ آمَنُكُمْ عَلَيْهِ إِلَّا كَمَا أَمِنتُكُمْ عَلَىٰ أَخِيهِ مِن قَبْلُ ۖ فَاللَّهُ خَيْرٌ حَافِظًا ۖ
وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ (٦٤) وَلَمَّا فَتَحُوا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ
إِلَيْهِمْ ۖ قَالُوا يَا أَبَانَا مَا نَبْغِي ۖ هَٰذِهِ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ إِلَيْنَا ۖ وَنَمِيرُ أَهْلَنَا وَنَحْفَظُ
أَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيرٍ ۖ ذَٰلِكَ كَيْلٌ يَسِيرٌ (٦٥) قَالَ لَنْ أُرْسِلَهُ مَعَكُمْ حَتَّىٰ تُؤْتُونِ
مَوْثِقًا مِّنَ اللَّهِ لَتَأْتُنَّنِي بِهِ إِلَّا أَن يُحَاطَ بِكُمْ ۖ فَلَمَّا آتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللَّهُ عَلَىٰ
مَا نَقُولُ وَكِيلٌ (٦٦)

کہا کیا اس کے بارے میں تم کو ویسا ہی اعتبار کر لیں جیسا پہلے اس کے بھائی کے بارے میں کیا تھا۔ تو اللہ سب سے بہتر نگہبان (ہے) اور وہ مہربان سے بڑھ کر مہربان (ہے)۔ اور جب انہوں نے اپنا اسباب کھولا (تو) اپنی پونجی پائی کہ ان کو پھیر دی گئی ہے بولے اے ہمارے والد اب اور کیا چاہیں یہ ہے ہماری پونجی کہ ہمیں واپس کر دی گئی (ہے) اور ہم اپنے گھر کے لئے غلہ لائیں اور اپنے بھائی کی حفاظت کریں اور ایک اونٹ کا بوجھ اور زیادہ پائیں یہ دینا بادشاہ کے سامنے کچھ نہیں۔ کہا میں ہرگز اسے تمہارے ساتھ نہ بھیجوں گا جب تک مجھے اللہ کا پیمان نہ دے دو کہ ضرور اسے لے کر آؤ گے مگر یہ کہ تم گھر جاؤ پھر جب انہوں نے یعقوب (علیہ السلام) کو عہد دے دیا کہا اللہ کا ذمہ ہے ان باتوں پر جو ہم کہہ رہے ہیں۔

(۱۲/ ۶۴-۶۶ ت: کم)

۶۴۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا مجھے تمہارے اوپر کوئی اعتماد نہیں جیسے اس سے قبل تم نے اس کے بھائی یوسف علیہ السلام کے بارے میں بھی کہا تھا لیکن اس کے ساتھ جو کچھ کیا وہ سب معلوم ہے اسی لئے مجھے تم پر اعتماد نہیں اور نہ تمہاری نگرانی کا کوئی بھروسہ ہے۔ ہاں مجھے بھروسہ ہے تو صرف اللہ تعالیٰ پر ہے اسی کی سپردگی میں بھیجوں گا۔ اللہ سب سے بہتر حفاظت فرماتا ہے اور وہی ارحم الراحمین ہے وہی بڑا رحیم ہے اسی لئے مجھے امید ہے کہ وہ مجھ پر رحم کر کے بنیامین کو محفوظ فرمائے گا اور مجھے دو مصیبتوں میں مبتلا نہ فرمائے گا۔ جب یعقوب علیہ السلام نے "فاللہ خیر حافظا" الخ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے اپنی عزت کی قسم اے یعقوب (علیہ السلام) تیرے توکل کی وجہ سے میں تجھے تیرے دونوں صاحبزادے واپس کروں گا۔ (ف) انسان پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور اسی کی حفاظت پر اعتماد کرے۔ اس کے سوا دیگر کسی کی حفاظت و نگرانی کو خیال میں نہ لائے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا ہر ایک اسباب و آلات کا محتاج ہے اور اللہ تعالیٰ جملہ امور میں جملہ حالات میں جملہ وسائط اور وسائل و اسباب سے مستغنی

بالذات ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کی کنویں میں اپنی شان و قدرت سے حفاظت فرمائی۔ (روح البیان)

(٦٥) اور جب انہوں نے اپنا سامان کھولا تو اپنا سرمایہ (یعنی وہ سرمایہ جو غلہ کی قیمت میں انہوں نے شاہ مصر کو دیا تھا) اس کے اندر پایا جو ان کو واپس کر دیا گیا تھا۔ کہنے لگے ابا! (دیکھئے) اور ہم کو کیا چاہئے... یعنی اس سے بڑھ کر اور کیا کرم و احسان ہوگا کہ شاہ مصر نے ہماری مہمان نوازی کی، خاطر و مدارات کی، اچھی طرح سے رکھا پھر غلہ ہمارے ہاتھ فروخت کیا اور پھر ہماری دی ہوئی قیمت بھی لوٹا دی۔ یا یہ مطلب ہے کہ اس سے بڑھ کر ہم بھلائی کے طالب نہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ بادشاہ کے احسان کے متعلق مطلع کرنے میں ہم اور کیا چیز طلب کریں یا یہ مطلب کہ ہم اپنے بیان میں اضافہ کرنا نہیں چاہتے۔ ہماری سچائی کی دلیل آپ کے سامنے آ گئی۔ یا یہ مطلب ہے کہ ہم مزید سرمایہ آپ سے طلب نہیں کرتے یہ ہمارا سرمایہ موجود ہے جو ہم کو لوٹا دیا گیا ہے اور اپنے گھر والوں کے لئے رسد لائیں گے اور اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے اور ایک بار شتر غلہ زیادہ لائیں گے۔ یعنی ہمارا یہ احسان واپس کر دیا گیا تاکہ ہم اس سے قوت حاصل کریں اور گھر والوں کے لئے رسد خریدنے کے واسطے بادشاہ کے پاس لوٹ جائیں اور وہاں سے غلہ لائیں۔ یہ غلہ (جو ہم لائے ہیں) تھوڑا ہے گھر والوں کو کافی نہیں۔ (مظہری)

(٦٦) حضرت یعقوب علیہ السلام نے (اپنے فرزندان سے) فرمایا۔ خیر! محض ان باتوں پر میں اس وقت تک تمہارے ساتھ بنیامین کو نہیں بھیجوں گا جب تک کہ اللہ کی قسم کھا کر مجھے پختہ قول نہ دو گے کہ تم اس کو ضرور میرے پاس لے کر آؤ گے ہاں اگر تم پر کوئی آسمانی آفت نازل ہو جائے یا یہ کہ سماوی یا دنیاوی مصیبت میں گھر جاؤ تو مجبوری ہے چنانچہ جب وہ اللہ کی قسم کھا کر بنیامین کو واپس لانے اپنے والد سے وعدہ کر چکے تب حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا ہماری ان باتوں کا اللہ گواہ ہے۔ (تفسیر ابن عباسؓ)

قَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَمَاۤ اُغْنِيْ عَنْكُمْ
مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝
وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ
اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ؕ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ
لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّيْۤ اَنَا اَخُوْكَ
فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

اور آپ نے کہا اے میرے بچو! (شہر میں) نہ داخل ہونا ایک دروازے سے بلکہ داخل ہونا مختلف دروازوں سے اور نہیں فائدہ پہنچا سکتا میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے کچھ بھی۔ نہیں ہے حکم مگر اللہ تعالیٰ کے لیے۔ اسی پر میں نے توکل کیا ہے اور اسی پر توکل کرنا چاہیے توکل کرنے والوں کو * اور جب وہ (مصر میں) داخل ہوئے جس طرح حکم دیا تھا انھیں ان کے باپ نے۔ وہ نہیں فائدہ پہنچا سکتا تھا انھیں اللہ کی تقدیر سے کچھ بھی مگر (یہ احتیاطی تدبیر) ایک خیال تھا نفسِ یعقوبؑ میں جسے انھوں نے پورا کیا اور بے شک وہ صاحبِ علم تھے بوجہ اس کے جو ہم نے سکھایا تھا انھیں لیکن اکثر لوگ (اس حقیقت کو) نہیں جانتے * اور جب پہنچے یوسف کے پاس تو یوسف نے جگہ دی اپنے پاس اپنے بھائی کو (نیز) اسے فرمایا میں تیرا بھائی ہوں سو نہ غمزدہ ہو (ان حرکتوں پر) جو یہ کیا کرتے تھے۔ (۱۲/۶۷ تا ۶۹ * ت: ض)

۶۷۔ بیٹے جب حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس سے جانے لگے تو حضرت یعقوبؑ نے فرمایا میرے بیٹو! شہر کے ایک دروازہ سے یعنی ساتھ ساتھ داخل نہ ہونا بلکہ الگ الگ دروازہ سے اندر جانا حضرت یعقوبؑ کے بیٹے بڑے حسین و جمیل، سرو قامت، گل رخسار، صحت مند اور طاقت ور جوان تھے اور شاہ مصر کے پاس ان کی عزت زبان زدِ خلائق تھی اس وجہ سے حضرت یعقوبؑ کو خیال ہوا کہ کہیں اجتماعی ہیئت میں داخل ہوتا دیکھ کر کسی کی نظر نہ لگ جائے۔ حدیث شریف میں آیا ہے نظر حق ہے پہلی مرتبہ روانگی کے وقت حضرت یعقوبؑ نے بیٹوں کو یہ نصیحت نہیں کی تھی شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ اس وقت ان سے کوئی مصر میں واقف نہ تھا پھر بنیامین بھی ان کے ساتھ نہ تھا * اور میں اللہ کی طرف سے آئی ہوئی کسی بات کو بھی اس کے شاید میں دفع نہیں کر سکتا یعنی جو ہونے والی چیز ہے وہ ہو کر رہے گی اللہ کا جو حکم ہو چکا ہے وہ پورا ہو کر رہے گا۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا احتیاط تقدیر سے نہیں بچاتی (حاکم) * حکم تو بس اللہ ہی کا چلتا ہے۔ اللہ کے سوا کسی اور کا حکم نہیں چلتا جو حکم خدا ہو چکا ہے وہ برابر تم کو پہنچے گا اس کے مقابلہ میں کوئی چیز تم کو فائدہ نہیں پہنچا سکتی اس سے آگے حضرت یعقوبؑ نے اللہ ہی پر اپنے اعتماد و توکل کا اظہار کیا فرمایا اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی پر بھروسہ کرنے والوں کو توکل کرنا چاہیئے۔ (تفسیر مظہری)

۶۸ - چنانچہ مصر پہنچ کر جس طرح کہ ان کے والد نے ان کو حکم دیا تھا اسی طرح داخل ہوئے، اور اس تدبیر سے حضرت یعقوب علیہ السلام کا ان سے حکم الٰہی کا ٹالنا مقصود نہیں تھا لیکن حضرت یعقوب علیہ السلام کے دل میں اس تدبیر کے بارے میں ایک خیال آیا تھا جس کو انہوں نے اپنے بیٹوں پر ظاہر کر دیا۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام بے شک بڑے عالم اور صاحبِ علم تھے کہ بڑے پاس رکھنے والے تھے کیوں کہ ہم نے ان کو احکام حدود قصاص و قدر تمام باتوں کا علم دیا تھا اور وہ بخوبی جانتے تھے کہ حکم تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کا چلتا ہے مگر مصر والے نہ اس چیز کو جانتے تھے اور نہ اس کی تصدیق کرتے تھے۔ (تفسیر ابن عباسؓ)

۶۹ - جب حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کی آمد کی اطلاع ہوئی تو بڑی عزت و تکریم سے خوش آمدید کہا اور شاہی مہمان خانہ کے منتظمین کو حکم دیا کہ دو دو بھائیوں کو ایک ایک کمرہ میں ٹھہرانے کا بندوبست کیا جائے۔ بنیامین کو اپنی تنہائی کا خیال گزرا تو افسردہ ہو گئے، ان کو غمزدہ دیکھ کر حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سے اس افسردگی کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ مجھے اپنا بھائی یاد آ رہا ہے کاش وہ ہوتا تو میں بھی اس کے ساتھ ٹھہرایا جاتا۔ حضرت یوسف نے ان کی دلداری کے لئے ان کو اپنے پاس ٹھہرانے کا حکم دیا۔ تنہائی میں جب ملاقات ہوئی تو آپ نے اپنی حقیقت سے آگاہ کر دیا کہ بنیامین گھبراؤ نہیں جس بھائی کی یاد تمہیں ہر وقت غمگین رکھتی ہے میں وہی تمہارا بھائی یوسف ہوں۔ دونوں بھائیوں نے جدائی کے بعد کی ساری باتیں ایک دوسرے کو بتائی ہوں گی اس ضمن میں بھائیوں کی زیادتیوں کا تذکرہ بھی بنیامین نے کیا ہوگا اور ان کی دلجوئی کے لئے آپ نے کہا۔ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۔ (ضیاء القرآن)

لغوی اشارے ✱ تَوَكَّلْتُ : میں نے بھروسہ کیا، میں نے اعتماد کیا، میں نے توکل کیا۔ تَوَكُّلٌ سے ماضی کا صیغہ واحد متکلم ⊗ تَبْتَئِسْ : تو غم کھائے، تو غمگین ہو۔ اِبْتِئَاس سے جس کے معنی غمگین اور رنجیدہ ہونے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ یہاں لا نہی داخل ہے اس لئے فعل نہی ہے۔ (ل ق)

تشریحات مزید ✱ جب غلہ کا ذخیرہ ختم ہوا اور مزید غلہ کی ضرورت درکار ہوئی تو برادران حضرت یوسف علیہ السلام نے پھر مصر کے لئے رخت سفر باندھا۔ حضرت یعقوبؑ نے انہیں خاص ہدایات کے ساتھ بھیجا یعنی شہر میں جتھہ کی صورت میں داخل ہونے کے بجائے دو دو، تین تین کی ٹکڑیوں کی شکل میں الگ الگ راستوں سے جائیں تاکہ لوگوں کے حسد اور نظر بد سے بچ سکیں۔ چنانچہ وہ سب اپنے والد محترم کے ارشاد کے موافق عمل کرتے ہوئے حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے آپ نے ان سب میں اپنے ماں جائے بنیامین کو اپنے ساتھ اپنے تخت پر بٹھایا اور دوسرے بھائیوں کے اکرام میں بھی کمی نہیں کی۔ دو دو بھائیوں کے لئے ایک ایک کمرہ میں قیام کا انتظام کیا اور بنیامین کو اپنے ساتھ ٹھہرایا اور فرمایا میں تمہارا بھائی ہوں اور تمہیں ان (بھائیوں) کی حرکتوں پر رنجیدہ خاطر نہ ہونا چاہیئے۔ دونوں بھائیوں نے آپس میں خوب باتیں کیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا سو جو کچھ یہ لوگ کرتے رہے ہیں اس پر مت غمگین ہو۔

فَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ
إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ ۝ قَالُوا وَأَقْبَلُوا عَلَيْهِم مَّاذَا تَفْقِدُونَ ۝ قَالُوا نَفْقِدُ صُوَاعَ
الْمَلِكِ وَلِمَن جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ ۝ (کلام پاک)

پھر جب ان کا سامان کر دیا تو پانی کا گلاس اپنے (حقیقی) بھائی کے شلیتے میں رکھ دیا۔ ایک پکارنے والے نے
پکار کر کہا اے قافلہ والو ضرور تم ہی سارق ہو * وہ بولے اور ان کی طرف متوجہ ہوئے کہ تمہاری کیا چیز
گم ہوئی ہے * وہ بولے ہم سے شاہی پیمانہ گم ہوا ہے اور جو کوئی اسے لے آئے گا اس کے لئے ایک بار شتر
(غلہ) ہے اور میں اس کا ذمہ دار ہوں۔ (۱۲/۷۰ تا ۷۲ * ت: م)

۷۰۔ پھر جب ان کا سامان سفر دے کر تیار کر دیا تو پانی کا کٹورا اپنے بھائی بنیامین کے سامان رکھ دیا۔ یعنی خادموں
کو حکم دے دیا کہ کٹورا بنیامین کے سامان میں چھپا دو۔ "سِقَايَة اور صُوَاع" دونوں سے مراد ایک ہی چیز ہے۔ سقایہ
پانی پینے کا برتن جس میں بادشاہ پانی پیتا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا وہ برتن زبرجد کا تھا۔ ابن اسحاق
نے کہا چاندی کا تھا۔ کسی نے کہا سونے کا تھا۔ عکرمہ نے کہا چاندی کا تھا مگر مرصع تھا غلے کے احترام میں حضرت یوسفؑ
نے اس کو غلہ ناپنے کا پیمانہ مقرر کر دیا تھا اور اس میں آپ پانی بھی پیتے تھے۔ سدی نے کہا بھائی کے سامان میں
وہ پیمانہ پوشیدہ کرا دیا اور بھائی کو بتایا بھی نہیں اس کو معلوم ہی نہ ہوا۔ کعبؓ نے کہا جب حضرت یوسف علیہ السلام
نے بنیامین سے کہا میں تمہارا بھائی ہوں تو بنیامین نے کہا اب تو میں تم کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گا آپ نے فرمایا تم
واقف ہو کہ میری وجہ سے والد پر کیسا غم پڑا تھا اب اگر تم کو روک لوں گا تو ان کا غم اور بڑھ جائے گا اور جب
تک میں تم کو بدنام کر کے مشہور نہ کر دوں اور کسی نازیبا فعل کی تمہاری طرف نسبت نہ کر دوں اور ناروا حرکت کا ترتکب
نہ قرار دے دوں اس وقت تک میں تم کو روک بھی نہیں سکتا (روکنے کا کوئی قانون نہیں اور جھوٹی وجہ بھی قائم
کرنے میں تمہاری بدنامی ہوگی) بنیامین نے کہا کچھ بھی ہو مجھے پرواہ نہیں جو بات آپ چاہیں کریں میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا
حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا تو میں اپنا ناپ تمہارے سامان میں پوشیدہ کرائے دیتا ہوں پھر تم پر کا الزام قائم
کروں گا تاکہ تم کو چھوڑ دینے (اور روانہ کر دینے) کے بعد پھر تم کو لوٹا لینا میرے لئے ممکن ہو سکے۔ بنیامین نے کہا آپ جو چاہے کریں
پھر ایک اعلانچی نے پکارا اے قافلے والو تم یقیناً سارق ہو۔ قافلے والوں کی روانگی سے کچھ وقت کے بعد اعلانچی
نے اعلان کیا تھا۔ واقعہ بھی اسی طرح ہوا تھا۔ قافلہ روانہ ہو گیا اور حضرت یوسف علیہ السلام نے اتنی تاخیر کی کہ قافلہ
ایک منزل پہنچ گیا یا گھروں کی آبادی سے نکل گیا پھر ان کے پیچھے آدمی دوڑایا جس نے پیچھے سے پہنچ کر ندا دی *
عیر کا معنی ہے گدھا مجازاً مراد ہوتا ہے گدھوں والا قافلہ پھر اس لفظ کے استعمال میں مزید توسیع کر لی گئی اور پھر قافلہ
پر اس کا اطلاق ہونے لگا۔ مجاہد نے کہا وہ قافلہ گدھے سواروں ہی کا تھا۔ فراء نے کہا وہ اونٹ والے تھے (برادران
یوسف سارق نہ تھے پھر ان کو سارق کیوں کہا اور سرقہ کی تہمت ان پر کیوں لگائی۔ اس سوال کے جواب میں)
کہا جا سکتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے حکم کے بغیر منادی نے یہ لفظ از خود کہہ دیا تھا یا یہ کہ حضرت یوسفؑ

نے حکم دیا تھا اور بے ساختہ یہ لفظ ان کی زبان سے نکل گیا تھا یا یوں کہا جائے کہ واقعی وہ چور سارق تھے۔ حضرت یوسفؑ کو انہوں نے چرایا تھا۔ اہل علم کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ اللہ ہی نے ایسا کہنے کا حکم دیا تھا اور اس سے کسی بات کی وجہ نہیں دریافت کی جا سکتی لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُونَ ۝ (تفسیر مظہری)

۷۱۔ وہ اعلان سن کر اور اپنے لئے ساتھیوں کا لقب سن کر گھبرا گئے کیونکہ یہ الزام ان کی سوچ سے دور اور ان کی فطرت اور عادت سے بعید تھا اس لئے اعلان کرنے والوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ کیا شے گم ہوئی ہے یعنی یوسف علیہ السلام کے ساتھیوں سے کہا کہ تم سے کیا شے گم ہوئی۔ (روح البیان)

۷۲۔ وہ یہ سنگین الزام سن کر دہشت زدہ ہو گئے اور پیچھے مڑ کر پوچھنے لگے (جیسا کہ پچھلی آیت میں ہے) کیا چیز گم ہوئی ہے انہوں نے (شاہی ملازموں نے) بتایا کہ شاہی پیالہ نہیں مل رہا ہے اور ہمارے بغیر اور وہاں کوئی آیا ہی نہیں یقیناً پیالہ تمہارے ہی پاس ہے اور ہم ہی سے جو پیالہ تلاش کر دے گا اسے غلہ کا لدا ہوا ایک اونٹ بطور انعام دیا جائے گا۔ (ضیاء القرآن)

لغوی اشارے ✱ سِقَايَة : پانی پلانا، پلانے کی جگہ، پینے کا برتن۔ "سقایۃ" لغت میں اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں پانی وغیرہ پلایا جاتا ہے۔ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ اسے سقایۃ سے اس لئے موسوم کیا گیا کہ اس سے پلایا جاتا تھا اور صواع اس لئے کہا گیا کہ صاع کی طرح اس سے ناپا جاتا تھا یہ مؤنث میں استعمال ہوتا ہے اور مذکر میں ⊕ أَذَّنَ : وہ پکارا۔ تَأْذِينٌ سے جس کے معنی اعلان کرنے اور اطلاع دینے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ⊕ مُؤَذِّنٌ : اسم فاعل واحد مذکر۔ تأذین مصدر (تفعیل) پکارنے والا۔ منادی۔ اعلانچی ⊕ عِيرٌ : قافلہ کارواں۔ یہ مؤنث ہے اور عار یعیر سے مشتق ہے جس کے معنی چلنے کے ہیں علامہ ناصر بن عبدالسید مطرزی المغرب میں لکھتے ہیں "عیر وہ گدھے یا اونٹ ہیں جو غلہ کی بار برداری میں کام آتے ہیں" بعد کو ہر قافلہ کے لئے اس لفظ کا استعمال عام ہو گیا اور امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں "عیر وہ لوگ جو اپنے ساتھ غلہ لادے ہوں" یہ غلہ لادنے والے مردوں اور اونٹوں دونوں کا نام ہے مگر کبھی اس کا استعمال صرف ایک کے لئے بھی ہوتا ہے یعنی اس سے صرف غلہ بار کرنے والے مرد یا صرف غلہ لادنے اونٹ بھی مراد ہوتے ہیں ⊕ صُوَاعَ : پینے کا بڑا جام۔ پیالہ۔ نیز "صاع" کو صواع کہتے ہیں جو ایک مشہور پیمانہ ہے۔ امام راغب لکھتے ہیں یہ ایک برتن تھا جس سے پیا بھی جاتا تھا اور ناپا بھی جاتا تھا اسے صاع بھی کہا جاتا ہے۔ (ل ق)

معلوماتِ مزید ✱ بنیامین مصر ہی میں اپنے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس رک جانا چاہتے تھے لیکن مصر کا قانون اجنبی کو روکنے کے بارے میں مانع تھا۔ ادھر حضرت یوسف علیہ السلام اپنے معاملہ کو ابھی بھائیوں سے پوشیدہ رکھنا چاہتے تھے آخر طے پایا کہ بنیامین کے سامان میں شاہی پیالہ رکھ دیا جائے اور جب تلاشی ہو تو سامان سے پیالہ نکلنے کے سبب بنیامین کو مصر ہی میں روک لیا جا سکے گا۔ حسب تجویز ایک شاہی پیالہ بنیامین کے سامان میں رکھ دیا گیا اور جب واپسی کے سفر کے ابتدائی مرحلے ہی میں شور مچا کہ شاہی پیالہ غائب ہے تو سرکاری آدمیوں نے فوراً ناکہ بندی کر دی۔ کنعانی قافلہ کو آگے بڑھنے سے روک دیا گیا۔ انہوں نے سرکاری منادی سے پوچھا کہ کیا چیز گم ہوئی ہے تو ان سے کہا گیا کہ شاہی پیالہ غائب ہو گیا ہے اور ظاہر ہے کہ وہ تم لوگوں کے ساتھ ہی گیا ہوگا اور جو کوئی وہ پیالہ ڈھونڈ کر لا دے گا تو اسے ایک اونٹ جو غلے سے لدا ہوا ہوگا انعام میں دیا جائے گا۔ سرکاری منادی نے اس انعام کا ذمہ لیا کہ میں انعام کی ادائیگی کا ضامن ہوں

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سَارِقِيْنَ ۝ قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ۝ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ۝

بولے خدا کی قسم تمہیں خوب معلوم ہے کہ ہم زمین میں فساد کرنے نہ آئے اور نہ ہم سارق ہیں * بولے پھر کیا سزا ہے اس کی اگر تم جھوٹے ہو * بولے اس کی سزا یہ ہے کہ جس کے اسباب میں ملے وہی اس کے بدلے میں غلام بنے ہمارے یہاں ظالموں کی یہی سزا ہے (۱۲/۷۳ تا ۷۵ * ت : ک)

۷۳۔ بولے خدا کی قسم تم یہ یقیناً جانتے ہو کہ ہم اس سرزمین میں فساد کرنے نہیں آئے اور ہم سارق نہیں ہیں۔ یہ لوگ دو مرتبہ مصر آئے تھے اس لئے اہل مصر ان کی امانت داری سے واقف ہو چکے تھے جو سرمایہ ان کے سامان میں بندھ کر ان کے ساتھ چلا گیا تھا وہ بھی انہوں نے واپس لا کر دے دیا تھا اور اپنے جانوروں کے منہ پر انہوں نے جالیاں بھی چڑھا دی تھیں کہ کسی کی کھیتی باڑی میں منہ نہ ڈال دیں یہ تمام باتیں ان کی امانت داری پر دلالت کرتی تھیں اور لوگ ان باتوں سے واقف تھے، اسی لئے اہل مصر کے علم کو ان لوگوں نے اپنی شہادت میں پیش کیا۔ (مظہری)

۷۴۔ اہلکاروں کو اپنی جگہ پر یقین تھا کہ ان کے سوا کوئی اور سارق نہیں ہے۔ ادھر وہ قسمیں اٹھا اٹھا کر اپنی براءت کر رہے تھے عام طور پر ایسے موقع پر یہی ہوتا ہے کہ ملزم سے ہی پوچھا جاتا ہے کہ تم جو اپنی صفائی پیش کرتے کرتے نہیں تھکتے تم خود ہی بتاؤ کہ اگر تم پر یہ الزام ثابت ہو جائے تو تمہیں کیا سزا دی جائے۔ یہی بات ان ملازمین شاہی نے پوچھی۔ انہیں براءت کا پختہ یقین تھا۔ اس لئے انہوں نے کہہ دیا کہ اگر ہم میں سے کوئی چور ثابت ہو جائے تو ہم اسے سخت سزا دیں گے ہماری شریعت میں ہے کہ سارق کو ہم آپکے سپرد کر دیں گے وہ عمر بھر غلام رہے گا (ضیاء القرآن)

۷۵۔ انہوں نے کہا اس کی جزا وہی ہے جس کے پاس پیمانہ پایا گیا اس کے سامان میں یعنی سارق کو سامان کے مالک کا غلام بنایا جائے گا۔ (حضرت یعقوب علیہ السلام کی شریعت میں یہی حکم تھا کہ چور کو سامان کے مالک کا غلام بنایا جاتا جیسے ہماری شریعت میں سارق کے ہاتھ کاٹنے کا حکم ہے) اسی حکم کی تقریر ہے یعنی اس کی جزا یہی ہے کہ ہم چور تمہارے حوالے کر دیں گے ہم ظالم سارق کو سزا دیں گے یہ حکم مذکور کی تاکید در تاکید اور سرقہ کی قباحت کا اظہار ہے۔ (ف) یہ انہوں نے اپنی براءت پر پورے بھروسے کے طور پر کہا یعنی انہیں یقین تھا کہ نہ ہم نے سرقہ کیا ہے نہ ہم سارق کو ان کے حوالے کریں گے حالانکہ اندرونی معاملہ سے وہ بے خبر تھے انہیں کچھ معلوم نہ تھا۔ (روح البیان)

لغوی اشارے * جَزَآؤُهٗ : اس کی جزاء، اس کی سزا، اس کا بدلہ، جَزَآءٌ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ ● رَحْلِهٖ : اس کا اسباب سفر، اس کا پالان، اس کا کجاوہ، رَحْلٌ مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ (ل ق)

سرقہ کی سزا ہے یعنی تم اسے غلام بنا لینا۔ ہم لوگ اپنی سرزمین میں سارقوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں سارق اس کے حوالے کر دیا جاتا ہے جس کا مال سرقہ ہوا ہے اور وہ عمر بھر اس کا تابعدار اور چاکر رہتا تھا۔

معلومات مزید ✱ لفظ "فرعون" کو اہل لغت نے تفرعن سے مشتق کیا ہے جس کے معنی تکبر کے ہیں لیکن
اصل میں یہ فروعاۃ سے لیا گیا ہے جس کے معنی مصر کی قدیم لغت میں شہنشاہ اعظم کے ہیں۔ عربوں نے معرب کر کے
فرعون بنا لیا اس کی جمع فراعنہ آتی ہے۔ فرعون کسی بادشاہ کا نام نہیں تھا بلکہ مصر کے بادشاہوں کا لقب تھا
جو مصر بن حام بن نوح کی نسل سے تھے جس طرح قدیم روم کے بادشاہوں کو قیصر کہتے تھے ✱ مورخین کے بیان
کے مطابق حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں مصر پر اس وقت فراعنہ کے بجائے ہکسوس خاندان کی حکومت
تھی جو تاریخ میں چرواہے بادشاہوں کے نام سے مشہور ہیں حضرت یوسفؑ کے زمانہ میں جو بادشاہ تھا اس کا نام اپوفس
بتایا جاتا ہے اسی کے عہد میں مصر اپنی تاریخ کے طویل اور بدترین قحط سے دوچار ہوا بادشاہ نے ان بگڑے ہوئے
حالات سے نبرد آزما ہونے کے لئے حضرت یوسفؑ کو مکمل اختیارات دے دیئے تھے جسے آپ نے بغیر تذبذب
قبول فرمایا اور اپنی خدا داد صلاحیتوں سے ان کا حق ادا کیا ✱ اسی دوران آپ کے برادران کنعان سے غلہ کے
حصول کے لئے مصر آئے تھے اور جب دوسری مرتبہ آئے تب آپ کے اصرار اور تاکید کے موافق چھوٹے بھائی بنیامین
کو بھی اپنے والد سے بڑی منت سماجت اور قول و قرار کے بعد ساتھ لائے تھے پھر جب بنیامین نے مصر میں
اپنے بھائی حضرت یوسفؑ کے ساتھ رک جانا چاہا تو بطور تدبیر یہ قرار داد ہوئی کہ بنیامین کے سامان میں شاہی
پیالہ پوشیدہ کر دیا جائے اور بعد میں تلاشی کا حکم ہونے پر جب پیالہ بنیامین کے سامان میں سے برآمد ہو تو انہیں
مصر کے قانون کے موافق روک لیا جائے۔ فرزندان حضرت یعقوب علیہ السلام جو کنعان رہ رہے تھے اجنبی
آوازیں دے کر روک لیا گیا اور شاہی پیالہ کے گم ہو جانے کے باعث ان لوگوں کے سامانوں کی تلاشی کا حکم دیا گیا۔ ان
لوگوں نے کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ ہم تمہاری زمین مصر میں فساد پھیلانے نہیں آئے تھے ان سب بھائیوں کو تعجب ہوا
کہ وہ اس کام سے فطرتاً بے تعلق اور نفرت رکھتے ہیں لیکن یہاں انہیں ایسے برے اور قابل مذمت کام کی طرف
کیوں منسوب کیا جا رہا ہے ان بھائیوں نے سرکاری ملازمین سے جو تلاشی لینا چاہتے تھے کہا کہ تم کو عجیب ہے تم
پہلے متعدد بار آزما چکے ہو اور ہماری دیانت سے بخوبی واقف ہو پھر امانت کی حفاظت ہماری فطری عادت ہے تمہیں
اچھی طرح معلوم ہے جس کام یعنی سرقہ کی ہم پر تہمت باندھ رہے ہو اس سے ہم بالکل بیزار ہیں۔ ہم نہ تو سارق
ہیں اور نہ کبھی سرقہ جیسی لعنت ہمارے نام سے منسوب ہوئی ہے۔ جن کو کنعان کے ان شرفاء کے حالات
کا مشاہدہ وہ اہل مصر کر چکے تھے اور ان لوگوں کے اظہار پر سب کو اس کا اعتراف بھی تھا تاہم ایک واقعہ ہوا
جس کی تفتیش کے لئے یہ لوگ سامانوں کی تلاشی پر متعین اور مصر تھے۔ سرکاری ملازمین نے کہا تمہاری
شریعت میں پیالہ کے سرقہ کی سزا کیا ہے (اگر اس معاملہ میں تمہارا بیان خلاف واقعہ پایا جائے)
ان لوگوں نے جواب دیا کہ جس کسی کے مال اور سامان میں سے تمہاری گم شدہ چیز نکلے وہی سارق ہے اور اس کے
سرقہ کی سزا ہے یعنی تم اسے غلام بنا لینا۔ ہم لوگ اپنی سرزمین میں سارقوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں
سارق اس کے حوالے کر دیا جائے کہ جس کا مال سرقہ ہوا ہے اور وہ عمر بھر اس کا غلام اور چاکر رہتا تھا۔

فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ؕ
مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ
وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ۝ قَالُوْۤا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ
فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ۝ قَالُوْا
يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

پس اس کے بھائی کے اسباب سے پہلے ان کے اسباب دیکھنے شروع کئے پھر اس کے بھائی کے اسباب میں سے اس کو نکالا۔ ہم نے یوسف (علیہ السلام) کو اسی تدبیر بتائی تھی (ورنہ) بادشاہ مصر کے قانون سے تو وہ اپنے بھائی کو ہرگز نہ لے سکتا تھا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے (تو اس کوئی سامان بنیامین کے روکنے کا کر دیتا)۔ ہم جس کو چاہتے ہیں بلند مرتبہ کرتے ہیں۔ اور ہر ایک دانا سے بڑھ کر دوسرا دانا ہے * وہ بولے اگر اس نے سرقہ کیا ہے تو اس کا بھائی بھی پہلے سرقہ کر چکا ہے۔ پس یوسف (علیہ السلام) نے اس بات کو دل میں چھپئے رکھا اور ان سے ظاہر نہ کیا کہا تم بڑے خانہ خراب ہو۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو تم کہہ رہے ہو * بولے اے عزیز! اس کے والد بہت بوڑھے ہیں۔ پس آپ اس کی جگہ ہم میں سے ایک کو رکھ لیں البتہ ہم آپ کو نیک دیکھتے ہیں * (ت ح ۷۶تا۷۸/۱۲)

۷۶۔ بنیامین کے سامان کی تلاشی سے پہلے ایک ایک کر کے بھائیوں کے سامان کی تلاشی لی اور انھیں کی تلاشی سے آغاز کیا تا کہ کسی کو شبہ نہ ہو۔ جب سب کی تلاشی ہو چکی اور صرف بنیامین رہ گئے تو خود ہی بولے ہمارے خیال میں اس نے نہیں لیا ہے (اس کی تلاشی لینے کی ضرورت نہیں) بھائیوں نے کہا خدا کی قسم جب تک اس کی بھی تلاشی نہ لی جائے گی ہم نہیں چھوڑیں گے اس سے آپ کے دل کو بھی پورا اطمینان ہو جائے گا اور ہمارے دلوں کو بھی۔ آخر (بنیامین کا سامان کھول لیا اور) اپنے بھائی بنیامین کے تھیلے سے پیمانہ برآمد کر لیا۔ یہ دیکھ کر بھائیوں نے شرم کے مارے سر جھکا لئے اور بنیامین کی طرف رخ کر کے کہنے لگے تم نے یہ کیا حرکت کی ہم سب کو رسوا کر دیا۔ تم نے یہ لیا کب۔ غرض (بنیامین) غلامی میں پکڑ لئے گئے۔ (تلاشی لینے والے) نے بنیامین کو یوسف (علیہ السلام) کے روبرو پیش کر دیا * اسی تدبیر ہم نے یوسف کی خاطر کی تھی۔ کہ ہم نے یہ تدبیر اس کو سکھائی اور وحی بھیجی * بغوی نے لکھا ہے کہ مخلوق کی طرف سے کید کا معنی ہے سازش، فریب۔ اور اللہ کی طرف سے کید کا معنی ہے صحیح (مخفی) تدبیر * (ہم نے یہ تدبیر اس لئے کی) کہ یوسف (علیہ السلام) بادشاہ (مصر) کے مذہب (اور قانون) کے اعتبار سے اپنے بھائی کو نہیں لے سکتے تھے (اور اپنے پاس روک نہیں سکتے تھے) بادشاہ کے قانون و مذہب میں تو سارق کو مارا جاتا تھا اور چوری کے مال سے دوگنا جرمانہ کیا جاتا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ نے اس جگہ دین کا ترجمہ کیا سلطان، عملداری اور قتادہ نے کیا حکم اور قانون * ہاں اللہ کو منظور ہوتا تو وہ اس حکم کو بادشاہ کا حکم کر سکتا تھا (استثنا منقطع ہے)

چنانچہ ایسا ہی ہوا حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے دریافت کیا کہ تمہارے نزدیک سارق کی سزا کیا ہونی چاہیئے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے کہلوا دیا کہ سارق کی سزا یہ ہے کہ سارق کو مالک مال کا غلام بن جانا پڑتا۔ اس طرح بمشیت الٰہی حضرت یوسف علیہ السلام کا مقصد حاصل ہو گیا۔ (علم عطا فرما کر) ہم جس کو چاہتے ہیں اونچے درجے عنایت کرتے ہیں اور ہر جاننے والے کے اوپر دوسرا جاننے والا ہے یعنی ہر ذی علم مخلوق سے زیادہ اللہ علیم ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا ہر عالم کے اوپر دوسرا عالم ہے اور یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر جا کر ختم ہوتا ہے بس اللہ ہر عالم سے بڑھ کر علم رکھنے والا ہے۔ (بحوالہ مظہری)

سوم۔ یہ سرقہ تو تھا علاوہ ازیں یوسف کو نانا کا بت ... کا الزام تھا۔

۷۷۔ جب پیالہ بنیامین کے سامان سے نکلا تو مارے شرم کے تمام بھائیوں کے سر جھک گئے اور کہنے لگے رسوائی ہوئی تو اپنی بیزاری کا اظہار کرنے کے لئے کہا اگر اس نے سرقہ کیا ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں اس لئے کہ اس سے قبل اس کے بھائی نے بھی سرقہ کیا تھا (۲۲) (روایت یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے نانا کا بت لیا تھا اور اسے توڑ کر ڈال دیتے ہیں کیونکہ ریا کیا تھا بتوں نے آپ کی عادت ڈالی تھی) یوسف علیہ السلام نے اس طعنہ کو دل ہی میں چھپایا اور نہ انہیں قولاً ظاہر کیا نہ فعلاً۔ آپ نے بھائیوں سے فرمایا کہ تم ہی مرتبہ کے لحاظ سے بہت برے ہو اس لئے کہ تم نے اپنے بھائی (یوسف علیہ السلام) کو اپنے والد گرامی سے چرایا تھا۔ جو کچھ تم کہہ رہے ہو اس کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (بحوالہ اوضح البیان)

۷۸۔ جب بھائیوں نے دیکھا کہ عزیز نے بنیامین کو روک لیا ہے تو خوشامد کرنے لگے کہ ان کے والد بوڑھے ہیں اگر ہم بنیامین کو لے جائیں گے تو وہ خوش ہو جائیں گے سو اس کی جگہ آپ ہم میں سے ایک کو بطور ضمانت رکھ لیجئے اگر آپ ایسا کر لیں گے تو ہم پر آپ کا بڑا احسان ہوگا۔ (بحوالہ تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ)

لغوی اشارے ★ بَدَأَ : اس نے شروع کیا، اس نے ابتداء کی (فتح) بَدْءٌ سے جس کے معنی کسی چیز کے شروع کرنے اور اس سے ابتداء کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ۞ وِعَاءِ : اسم مفرد مضاف اَوْعِيَةٌ جمع برتن، تھیلا ۞ كِدْنَا : جمع متکلم ماضی معروف كَيْدٌ مصدر (باب ضرب) ہم نے خفیہ تدبیر کی ۞ تَصِفُونَ : تم بتاتے ہو، تم بیان کرتے ہو، وصفٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ یہاں یہی وصف باطل ہی مراد ہے (ل ق)

مفہومات مزید ★ کنعانی قافلہ جب واپس لوٹ رہا تھا تب شاہی پیالہ کی گمشدگی کے واقعہ کے باعث انہیں روک کر سامانوں کی تلاشی لی جانے لگی۔ پیالہ جب بنیامین کے سامان سے برآمد ہوا تو وہ روک لئے گئے یہ اللہ تعالیٰ کی خفیہ اور پُر از حکمت تدبیر تھی۔ اس سلسلہ میں ایک عمدہ اور نفیس تفسیر یہ بھی ملتی ہے۔ مفسر کے قول کے مطابق "کسی آدمی کو خصوصاً اجنبی کو روک لینا جائز نہ تھا اور ابھی اس کا وقت بھی نہیں آیا تھا کہ اپنی شخصیت بھائیوں پر ظاہر کریں مجبوراً (بنیامین کو) رخصت کر دیا اور اس غرض سے کہ اپنی انگشتری اسے دیدیں اس کے سامان میں اپنا جام کا کٹورا رکھ دیا چونکہ بھائیوں پر اس بات کا اظہار خلاف مصلحت تھا اس لئے یہ بات پوری پوشیدگی سے عمل میں آئی۔ لیکن جب یہ اتفاق واقع ہو گئے تو حضرت یوسف علیہ السلام کے محل کے کارندوں نے پیالہ ڈھونڈھا اور جب نہ ملا تو ان لوگوں کے تعاقب میں نکلے انہیں پیالہ کا حال معلوم نہ تھا اور چونکہ ان لوگوں کے سوا کوئی اور آدمی محل میں ٹھہرا نہ تھا اس لئے سمجھے ہو نہ ہو انہیں اجنبیوں کی کارستانی ہے پھر جب ان کارندوں کے سردار نے تلاشی لی تو بنیامین کی خرجی سے پیالہ نکل آیا اسے کوئی

وجہ نہ تھی کہ ان کے سارق ہونے میں التباس شدہ ہو۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ معاملہ سنا تو سمجھ گئے کہ اس حادثے میں (تدبیر الٰہی کام کر رہی ہے اور اسی نے یامین کو روک لینے کا خود بخود سامان پیدا کر دیا" (ترجمان)۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے انعام و احسان تھا ان کے بھائی کا گرفتار ہونے کی شکل میں فضل ہوا تھا۔ تمام بھائی بنیامین کے متعلق مختلف باتیں کرنے لگے یہاں تک کہ ان کے بھائی یوسف علیہ السلام کے متعلق (جنہیں وہ اب تک لاپتہ جانتے تھے) ایسی ہی باتیں کہنے لگے حالانکہ وہ بے حد ڈرے ہوئے تھے بنیامین کو کسی طرح رہائی دلا کر ساتھ لے جانے کے لئے دربار یوسفی میں مضطربانہ انداز سے انہوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ ہم میں سے کسی کو اس کی جگہ اپنے پاس روک لیجئے مگر بنیامین کو ہمارے ساتھ جانے دیا کہ والد بزرگوار بہت رنجیدہ ہو جائیں گے کیونکہ وہ ضعیف ہیں اور یہ صدمہ برداشت نہ کر سکیں گے۔ ہم بنیامین کو عزیز صاحب اور عہد و پیمان کے ساتھ یہاں اپنے ہمراہ لائے تھے۔ لیکن وہ اپنی بات منوانے سے مایوس ہو گئے۔ (س م ح ش)

قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ۝ فَلَمَّا اسْتَايْــَٔسُوْا
مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ؕ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ
وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْۤ اَبِيْۤ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ
وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۝ اِرْجِعُوْۤا اِلٰۤى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰۤاَبَانَاۤ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَاۤ
اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ۝

آپ نے کہا ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں اس سے کہ پکڑ لیں ہم مگر اسی کو جس کے پاس ہم نے اپنا سامان پایا ہے ورنہ ہم ظالم ہوں گے * پھر جب وہ مایوس ہو گئے یوسفؑ سے تو الگ جا کر سرگوشی کرنے لگے۔ ان کے بڑے بھائی نے کہا کیا تم نہیں جانتے کہ تمہارے والد نے لیا تھا تم سے وعدہ جو پختہ کیا گیا تھا اللہ کے نام سے اور اس سے پہلے جو زیادتی یوسفؑ کے حق میں تم کر چکے ہو (وہ بھی تمہیں یاد ہے) سو میں تو نہیں چھوڑوں گا اس زمین کو جب تک کہ اجازت نہ دیں مجھے میرے والد یا فیصلہ فرما دے اللہ تعالیٰ میرے لئے۔ اور وہ تمام فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے * تم جاؤ اپنے والد کی طرف پھر (انہیں یہ) عرض کرو اے ہمارے محترم والد! بلاشبہ آپ کے فرزند نے سرقہ کیا ہے (اس لئے وہ گرفتار کر لیا گیا) اور ہم نے (آپ سے) وہی کہو بیان کیا جس کا ہمیں علم تھا اور ہم نہیں تھے غیب کی نگہبانی کرنے والے۔ (۱۲/۷۹ تا ۸۱ * ت: ض)

۷۹۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا جس کے پاس ہم نے اپنا سامان پایا ہے اس کی جگہ دوسرے کو پکڑ لیں اس نا انصافی سے اللہ کی پناہ۔ (ایسا نہیں کر سکتے مجرم کی جگہ دوسرے کو پکڑنا تو تمہارے فتوے کے لحاظ سے بھی ظلم ہو گا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗ فرمایا۔ مَنْ سَرَقَ نہیں فرمایا کیونکہ بنیامین نے چوری نہیں کی تھی اس کے سامان میں شاہی پیمانہ ملا * اگر ہم ایسا کریں گے تو (تمہارے ہی قانون اور فتوے کی رو سے اس وقت) ہم ظالم ہوں گے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے کلام کا مفہوم اور مقصد یہ تھا کہ اللہ نے حکم دیا ہے کہ جس کے سامان میں آدمی اس کو پکڑ لیا جائے ہم اللہ کی رضامندی کے لئے ایسا کر رہے ہیں اس کے خلاف کریں گے تو ظلم ہو گا اور ہم ظالم قرار پائیں گے۔ (تفسیر مظہری)

۸۰۔ چنانچہ ان کو حضرت یوسف علیہ السلام سے امید نہ رہی تو اس جگہ سے ہٹ کر سب باہم مشورہ کرنے لگے چنانچہ جو ان میں سب سے زیادہ عقلمند تھا اور جس کا نام یہودا تھا کہنے لگا بھائیو تم جانتے نہیں کہ تمہارے والد نے بنیامین کی واپسی لانے کے بارے میں تم سے پختہ عہد لیا تھا اور بنیامین سے قبل یوسف (علیہ السلام) کے بارے میں تم اپنے والد کے عہد و میثاق کی کس قدر کوتاہی کر چکے ہو سو میں تو سرزمین مصر سے نکلتا نہیں یہاں تک کہ میرے والد مجھ کو حاضری کی اجازت نہ دیں یا جب تک میرے والد ان سے مجھے قتال کی اجازت نہ دیں یا اللہ تعالیٰ میرے بھائی کی واپسی کا سبب نہ پیدا کر دے اور اللہ اس مشکل کو خوب آسان کرنے والا ہے (تفسیر حضرت ابن عباسؓ)

۸۱ - تم اباجان سے جا کر عرض کرو کہ آپ کے فرزند بنیامین نے سرقہ کیا ہے اور ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ واقعی اس نے سرقہ کیا ہے اس لئے ہم اس پر چوری کی گواہی نہیں دیتے مگر جو کچھ ہمیں معلوم ہے وہ یہی کہ شاہی پیمانہ اس کے سامان سے نکلا تھا جسے ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور وہ حال جو ہم سے مخفی ہے اس کے ہم نگران نہیں یعنی ہمیں حقیقۃ الامر کی کوئی خبر نہیں کہ حق وہ ہے جو ہم نے دیکھا یا اس کے برعکس اگرچہ ہم نے آنکھوں سے دیکھا کہ چوری کا مال بنیامین کے سامان سے نکلا لیکن حقیقۃ الامر سے ہم یکسر بے خبر ہیں نہ معلوم انہوں نے بنیامین کے سامان میں شاہی پیمانہ عمداً رکھ کر اسے سارق بنایا یا واقعی اس نے سرقہ کا ارتکاب کیا ۔ (بحوالہ روح البیان)

لغوی اشارے ✶ اِسْتَایْئَسُوْا : وہ ناامید ہو گئے ۔ اِسْتِیْئَاسٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ● خَلَصُوْا : وہ اکیلے بیٹھے (نَصَرَ) خُلُوْصٌ سے جس کے معنی خالص ہونے کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ۔ یہاں خالص ہونے سے مراد تنہا بیٹھنا اور اکیلے ہی ہونا ہے ● نَجِیًّا : صفت مشبہ ۔ چپکے چپکے سرگوشیاں کرنے والے چپکے چپکے مشورہ کرنے والے ● مَوْثِقًا : مصدر منصوب وُثُوْقٌ میمی مصدر ہے (حَسِبَ) پختہ پیمان ۔ مضبوط عہد ● فَرَّطْتُّمْ : جمع مذکر حاضر معروف تَفْرِیْطٌ مصدر ، بابِ تفعیل تم نے قصور کیا تم نے کوتاہی کی ● اَبْرَحُ : میں ہٹوں گا ، ہٹتا ہوں (سَمِعَ) بَرَحٌ سے جس کے معنی کسی جگہ سے ہٹنے اور چلنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد متکلم ۔ (ل ق)

وضاحت واعتذار ✶ قبل ازیں اسی تسلسل میں آیت ۷۸ کے آخر میں ... اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ میں نَرٰىكَ کی جگہ کمپوزنگ میں نَرٰیکَ ہو گیا ہے ۔ التماس تصحیح ہے ۔

مفہومات مزید ✶ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کی جانب سے کی گئی استدعا کا جواب ان الفاظ میں دیا کہ اللہ کی پناہ کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جس کو چاہیں روک لیں اگر ایسا ہو تو بڑی ناانصافی کی بات ہو گی البتہ جس کے پاس سے مال برآمد ہوا ہے وہی روک لیا جائے گا یہ اصولاً ٹھیک بات ہے جیسا کہ تم لوگوں نے خود یہ بات کہی ہے کہ جس کے پاس سے شاہی پیمانہ برآمد ہوا اسی کو بدلے میں لے جائے ✶ بنیامین کو رہا کروا کر اپنے ساتھ واپس کنعان لے جانے کی ممکنہ کوششوں سے مایوس ہو کر بھائیوں نے آپس میں سرگوشی اور مشاورت کی اور ان میں سب سے بڑے بھائی نے کہا کہ تم سب جانتے ہو کہ ہم نے بنیامین کو لانے کے وقت اس کو بحفاظت واپس لیجانے اور والد کے حضور پیش کرنے کی بات والد سے کس قدر پکے عہد و پیمان سے کی تھی اب موجودہ صورتحال میں ہم انہیں صورت دکھانے کے بھی لائق نہ رہ گئے اب یہی چند صورتیں رہ گئی ہیں کہ میں یہیں پر رک جاؤں جب تک اباجان میرا قصور معاف نہ کریں اور مجھے اپنے حضور آنے کی اجازت نہ دیدیں دوسری صورت یہ کہ بنیامین کی رہائی کے لئے میں قتال کروں یا ایک اور صورت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے بنیامین کی واپسی کے لئے کوئی وجہ پیدا فرما دے کیونکہ وہی عدل و فضل فرمانے اور آسانیاں پیدا کرنے والا مشکلوں کو دور کر دینے والا حاکم مطلق ہے ✶ بڑے بھائی نے اپنے تمام بھائیوں سے کہا کہ موجودہ حالات میں تو میں یہاں سے واپس جا نہیں سکتا البتہ تم والد بزرگوار کے پاس جاؤ اور مناسب طریقے سے سارا ماجرا کہہ دو ۔ اب یہی ایک صورت رہ گئی ہے کہ یہ بات ان کو صاف صاف بتادی جائے ۔ (س م خ ش)

وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ۭ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۭ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰٓاَسَفٰى عَلٰي يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ۝

آپ اس بستی والوں سے دریافت کر لیجیے جہاں ہم تھے اور اس قافلہ والوں سے (بھی) جس میں ہم آئے ہیں۔ اور بے شک ہم بالکل سچے ہیں * (حضرت یعقوب علیہ السلام نے) کہا ہاں بلکہ تمہارے دل نے ایک بات گھڑ لی ہے۔ خیر (میں) صبر ہی (کروں گا) بلا آمیزش شکایت۔ کیا عجب کہ اللہ ان سب کو مجھ تک پہنچا دے۔ بے شک وہی بڑا علم والا ہے بڑا حکمت والا ہے * اور ان کی طرف سے منہ پھیر لیا، اور کہنے لگے ہائے یوسف (علیہ السلام)! اور غم سے (روتے روتے) ان کی آنکھیں سفید پڑ گئیں اور وہ گھٹ گھٹ کر رہتے تھے۔ (۱۲/۸۲ تا ۸۴ * ت: م)

۸۲۔ اور اس بستی سے جہاں ہم تھے آپ دریافت کر لیں۔ قریہ سے مراد مصر ہے اور جس قافلے میں ہم آئے ہیں اس سے بھی آپ دریافت کر لیں اور ہم بلا شک و شبہ یقیناً سچے ہیں * حضرت یوسف علیہ السلام نے والد کو اپنی موجودگی کی اطلاع نہیں دی بلکہ اپنے بھائی کو بھی پیش کر کے روک لیا اور والد سے جدا کر دیا حالانکہ آپ کو معلوم تھا کہ میری جدائی میں والد کا کیا حال ہوا اور بنیامین کے چھوٹنے سے کیا حال ہوگا۔ (اس شبہ کا ازالہ اس طرح کیا گیا کہ) صحیح بات یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے قلبی تقاضوں کے خلاف یہ سب کچھ اللہ کے حکم کی تعمیل میں کیا۔ اللہ تعالیٰ کو یعقوب علیہ السلام کا پے در پے کڑا امتحان لینا تھا تاکہ ان کے درجات میں ترقی کی جائے اور اسلاف کی صف میں ان کو شامل کر دیا جائے۔ (بحوالہ مظہری)

۸۳۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا جو کچھ تم بیان کر رہے ہو معاملہ یوں نہیں بلکہ دراصل بات یہ ہے کہ تمہارے لیے آسان کر دیا ہے تمہارے نفسوں نے معاملہ کو یعنی تمہارے وہ اور جن کا تمہیں ارادہ تھا اسے تم نے کر لیا۔ پس میرا معاملہ صبر جمیل ہے صبر جمیل یہ ہے کہ انسان اپنی تکلیف کا شکوہ بندوں سے نہ کرے۔ شاید اللہ تعالیٰ ان سب کو میرے پاس لے آئے یعنی حضرت یوسف علیہ السلام، بنیامین اور تیسرے فرزند جو مصر یا خود بخود ٹھہر گئے تھے "پہلی دفعہ جب یوسف علیہ السلام کو بھائی جنگل میں لے گئے تھے وہ بارہ تھے۔ یوسف علیہ السلام گم ہو گئے تو گیارہ باقی رہ گئے تھے پھر بنیامین اور تیسرے کو مصر میں چھوڑ آئے تو باقی نو رہ گئے تھے اسی بنا پر یعقوب علیہ السلام نے صیغہ جمع فرمایا"۔ بے شک وہی اللہ تعالیٰ حزن و ملال کو خوب جانتا ہے بڑی حکمت والا ہے اس نے جس مصیبت میں مبتلا فرمایا اس کی کوئی حکمت ہوگی۔ (بحوالہ روح البیان)

۸۴۔ اور ان سے منہ پھیرا "حضرت یعقوب علیہ السلام نے بنیامین کی خبر سن کر اور آپ کا اندوہ و غم انتہا کو پہنچ گیا"۔ اور کہا ہائے افسوس یوسف کی جدائی پر اور ان کی آنکھیں غم سے سفید ہو گئیں۔ "روتے روتے

روتے روتے آنکھوں کی سیاہی کا رنگ جاتا رہا اور بینائی ضعیف ہو گئی۔ حسنؒ نے کہا حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی میں حضرت یعقوب علیہ السلام اسّی برس روتے رہے اور احساس کے غم میں رونا تو تکلیف اور نمائش سے نہ ہو اور اس کے ساتھ اللہ کی شکایت و بے صبری نہ پائی جائے رحمت ہے۔ ان غم کے ایام میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی زبان مبارک پر کبھی کوئی کلمہ بے صبری کا نہ آیا۔ وہ غصہ کھاتا رہا (کنزالایمان)

لغوی اشارات ✱ قَرْيَة : واحد، قریٰ جمع۔ بستی اور بستی کے رہنے والے۔ قریٰ جمع تکسیر بمعنی ظرف سماعی ہے۔ لغت میں قَرْیٌ کے معنی ہیں جمع کرنا۔ قرآن مجید میں یہ لفظ دو معنی کے لئے مستعمل ہے بستی اور باشندے جہاں اہل یا اس کا ہم معنی لفظ موجود ہے وہاں قریۃ یا قریٰ سے مراد ہے بستی اور جہاں اہل کا لفظ موجود نہیں وہاں قریۃ اور قریٰ سے مراد ہوں گے باشندے ● عِیر : قافلہ، کارواں۔ یہ مونث ہے اور عَیَرَ یَعِیرُ سے مشتق ہے جس کے معنی چلنے کے ہیں۔ مطرزی المغرب میں لکھتے ہیں: عیر وہ گدھے یا اونٹ ہیں جو غلہ کی بار برداری میں کام آتے ہیں لیکن ہر قافلہ کے لئے اس لفظ کا استعمال عام ہو گیا۔ امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں۔ عیر وہ لوگ جو اپنے ساتھ غلہ لادے ہوں۔ یہ غلہ لادنے والے مردوں اور اونٹوں دونوں کا نام ہے مگر کبھی اس کا استعمال صرف ایک کے لئے بھی ہوتا ہے یعنی کبھی اس سے صرف غلہ بار کرنے والے مرد یا صرف غلہ لادنے والے اونٹ ہی مراد ہوتے ہیں ● جَمِیْلٌ : بہتر، خوب تر، جَمَالٌ سے بر وزن فعیلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ● حُزْنٌ : غم، بیقراری، رنج، اندوہ ● کَظِیْمٌ : صفت مشبہ مفرد کظمٌ اور کُظُوْمٌ۔ بمعنی غمگین جو اپنے غم کو گھونٹ کر رکھے ظاہر نہ کرے۔ (لغات القرآن)

معلومات مزید ✱ برادران حضرت یوسف علیہ السلام جب اپنے والد بزرگوار کے پاس کنعان لوٹ آئے اور ساری روئیداد سنائی اور کہا کہ اگر آپ ہماری بات کا یقین نہیں کرتے تو اپنے کسی معتبر آدمی کو بھیج کر مصر سے تصدیق کروالیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس روئیداد کو سن کر فرمایا۔ تم نے ایک بات بنا لیا ورنہ یہ ظاہر ہے کہ بادشاہ مصر کو کیسے معلوم تھا کہ ہماری شریعت میں سارق کو محبوس کرتے جس کا مال سرقہ ہوا ہو اس کا غلام بنا دیا جاتا ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تم آپ خود اس غرض سے بنیامین کو اپنے ساتھ لے گئے تھے کہ ایسا ہو جائے تاکہ تمہیں فائدہ مل جائے۔ پھر فرمایا کہ مجھے تو اب صبر ہی کرنا ہے جس میں کوئی آمیزش نہ ہو یعنی بہتر اور کامل صبر ہی کرنا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا خاص کرم فرمائے گا اور ان سب کو میرے پاس لے آئے گا۔ ترجمان میں لکھا ہے کہ یہ ایسا معلوم ہوتا ہے حضرت یعقوب علیہ السلام نے بینائی کی گمشدگی میں حضرت یوسفؑ کی بازگشت کی جھلک دیکھ لی تھی۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی پر بے حد حزن وملال تھا۔ آپ برسہا برس اس غم فراق میں روتے رہے تھے جس کے سبب آپ کی آنکھوں کی رنگت تبدیل ہو گئی تھی اور وہ سفید ہو گئیں بینائی زائل ہو چکی تھی وہ غم کو برداشت کرتے اندر ہی اندر گھٹ رہے تھے اب اس تازہ صورتحال نے آپ کو اور زیادہ غمزدہ اور متفکر کر دیا تھا نہ صرف یوسف علیہ السلام بلکہ بنیامین اور ایک فرزند دور ہو گئے تھے تاہم آپ نے صبر جمیل کیا۔

قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ۝ قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ۝ يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝

بولے خدا کی قسم آپ ہمیشہ یوسف کی یاد کرتے رہیں گے یہاں تک کہ قریب مرگ ہو جائیں یا جان سے گزر جائیں ✱ کہا میں تو اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ ہی سے کرتا ہوں اور مجھے اللہ کی وہ شانیں معلوم ہیں جو تم نہیں جانتے ✱ اے بیٹو! جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کا سراغ لگاؤ اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو بے شک اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے مگر کافر لوگ۔

(۱۲/ ۸۵ تا ۸۷ ✱ ت: ک)

۸۵۔ بیٹوں نے جب دیکھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام ہر لمحہ یوسف علیہ السلام کے فراق میں ماہی بے آب کی طرح تڑپتے رہتے ہیں اور انہیں یاد کر کے آنسوؤں کے دریا بہاتے رہتے ہیں تو انہیں اس سے باز رکھنے کے لئے یہ کہا کہ اگر یہی سیل و سلسلہ رہا تو آپ کی صحت بگڑ جائے گی اور موت کے واقع ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔ "تفتؤا" خلیل اور سیبویہ نے کہا ہے کہ قسم میں یہاں لا کو حذف کر دیا جاتا ہے کیونکہ اس وقت کوئی التباس نہیں ہوتا اور بعض نحویوں کے پاس ما فتی اور فتاء دونوں لغتوں میں معنی ایک ہی ہے۔ حارضا حرض سے ہے اس کا اصلی معنی ہے فرط غم، غلبہ عشق اور بڑھاپے کی وجہ سے جسمانی اور عقلی قوتوں کا مضمحل ہو جانا۔ نحاس نے کہا ہے کہ جب کسی کو رنج و اندوہ بیمار کر دے تو کہتے ہیں احرضہ الھمّ۔ (ضیاء القرآن)

۸۶۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا میں تو بس اللہ ہی سے اپنے رنج و غم کا شکوہ کرتا ہوں۔ بثّ: سخت ترین غم جس کو ضبط کرنے کی تاب نہ رہے اور آدمی اس کو ظاہر کرنے اور پھیلانے پر مجبور ہو جائے (لغت میں بث کا معنی ہے پھیلانا) حسن بصریؒ نے بث کا ترجمہ کیا ہے حال۔ مقصد یہ ہے کہ میں تم میں سے کسی سے شکایت نہیں کرتا اللہ ہی سے شکوہ کرتا ہوں تم مجھے چھوڑ دو مجھے شکایت سے نہ روکو۔ بغوی کا بیان ہے کہ حضرت یعقوبؑ کے پاس ان کا ایک ہمسایہ آیا اور اس نے کہا یعقوب میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کی صحت دن بدن تباہ ہو گئی اور آپ فنا ہو چکے حالانکہ آپ اپنے والد کی عمر کو نہیں پہنچے ہیں۔ فرمایا "یوسف کے غم میں اللہ نے مجھے مبتلا کر دیا اس سے میری قوت ٹوٹ گئی اور اسی نے مجھے فنا کر دیا ✱ اور اللہ کی بابت جو جانتا ہوں تم نہیں جانتے یعنی اللہ کی حکمت و رحمت کو جتنا میں جانتا ہوں کہ وہ پکارنے والے کو نامراد نہیں چھوڑتا اور جو بے قراری کے ساتھ اسی کی طرف لوٹتا ہے اس کو رد نہیں کرتا یا یہ مطلب ہے کہ از روئے الہام یوسف علیہ السلام کے زندہ ہونے سے جو میں واقف ہوں تم واقف نہیں۔ روایت میں آیا ہے کہ حضرت عزرائیلؑ حضرت یعقوبؑ

کی ملاقات کو آئے۔ حضرت یعقوبؑ نے پوچھا اے پاکیزہ خوشبو اور حسین صورت والے فرشتے کیا آپ نے میرے بچے کی روح قبض کی ہے۔ حضرت عزرائیلؑ نے جواب دیا، نہیں۔ یہ سن کر حضرت یعقوب علیہ السلام کو کچھ سکون ہو گیا اور آپ کو یوسف علیہ السلام کے دیکھنے کی تمنا ہوئی۔ (بحوالہ تفسیر مظہری)

۸۷۔ سدی نے کہا کہ جب صاحبزادوں نے یعقوب علیہ السلام کو مصر کے بادشاہ کے اخلاق، عادات و کمالات بتائے تو انہیں محسوس ہوا کہ وہ نبی یوسف علیہ السلام کی ذات گرامی ہے اسی لئے صاحبزادوں سے فرمایا۔ اے میرے بیٹو! مصر جاؤ اور یوسف علیہ السلام اور اس کے بھائی کا سراغ لگاؤ۔ (ف) اس سے حضرت یوسف و بنیامین علیہما السلام مراد ہیں۔ اور تیسرے کا نام اس لئے نہیں لایا گیا کہ وہ اپنے اختیار سے مصر میں ٹھہرے تھے * حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا امید نہ ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت سے صرف کافر ہی نا امید ہوتے ہیں اس لئے کہ نہ انہیں اللہ تعالیٰ کی ذات کا علم ہوتا ہے اور نہ صفات کا۔ ورنہ عارف باللہ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کبھی بھی نا امید نہیں ہوتا ہے وہ کہ نصیب ہو یا نہ ہو۔ (بحوالہ روح البیان)

لغوی اشارات * اَشْکُوْ: میں کہتا ہوں، شَکْوٰی سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔ شکوٰی کے معنی اضطراب اور غم کے اظہار اور بیان کرنے کے ہیں۔ اصل میں یہ شَکْوَۃٌ (چھوٹا سا مشکیزہ) سے ہے کھولنے کو شکوٰی کہتے ہیں پھر بطور استعارہ اظہار غم والم میں برتا جانے لگا۔ • حُزْنِیْ: میرا غم، میرا رنج، میری بے قراری۔ حُزْنٌ مضاف۔ ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ • اِذْهَبُوْا: تم جاؤ۔ ذهابٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر • تَحَسَّسُوْا: تم تلاش کرو، تم جستجو کرو، تم خبر لو۔ تَحَسُّسٌ سے جس کے معنی خبر لینے اور تلاش کرنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر • رَوْحِ: فیض رحمت، راحت۔ مصدر ہے۔ اس کا فعل نصر اور سمع سے آتا ہے۔ راغب نے اس کے معنی تنفس یعنی سانس لینے کے بیان کئے ہیں اور لکھا ہے کہ روح سے وسعت کا تصور پیدا کیا گیا ہے۔ بات یہ ہے کہ جب کہ تنفس باعث فرحت و راحت و سبب رحمت ہے اور اسی کے ذریعہ خوشبو کا احساس ہوتا ہے اس لئے فرحت، تازگی، آسائش، خوشبو، نسیم کی خنکی اور خوش آئند ہوا کے لئے اس کا استعمال عام ہے چنانچہ بغوی نے مجاہد سے راحت کے، سعید بن جبیر سے فرحت کے اور ضحاک سے مغفرت و رحمت کے معنی نقل کئے ہیں (معالم التنزیل) اور بیہقی نے شعب الایمان میں مجاہد سے رَوْح کے معنی جنت اور ہوا سے خوش آئند کے روایت کرتے ہیں۔ (ل ق)

معلومات مزید * حضرت یوسف علیہ السلام کے غم جدائی کے بعد بنیامین کے بھی مصر میں روک لئے جانے کا صدمہ پھر ایک اور فرزند کا اپنی مرضی سے رک جانا بڑا اندوہناک ثابت ہوا چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے دیگر صاحبزادوں نے عرض کیا کہ آخر کب تک آپ یوسف (علیہ السلام) کو یاد کرتے رہیں گے کہیں آپ اپنی جان سے نہ گزر جائیں۔ حضرت یعقوبؑ نے فرمایا کہ میں اپنی پریشانی اور غم کا حال اپنے اللہ سے عرض کرتا ہوں اور اللہ کی طرف سے میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے پھر فرمایا اے میرے بیٹو! جاؤ اور یوسفؑ اور اس کے بھائی کو تلاش کرو۔ دیکھو اس معاملہ میں اور ہر معاملہ میں اللہ کی رحمت سے مایوس و نا امید نہ ہونا۔ نا امیدِ رحمت ہونا شعار کفر ہے۔ اہل ایمان و یقین کو اللہ کی رحمت پر کامل یقین اور اسی کی ذات سے امید ہوتی ہے۔ (س م ح ش)

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَيْهِ قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ مَسَّنَا وَأَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجَاةٍ
فَأَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ۖ إِنَّ اللَّهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ ۝ قَالَ هَلْ عَلِمْتُم
مَّا فَعَلْتُم بِيُوسُفَ وَأَخِيهِ إِذْ أَنتُمْ جَاهِلُونَ ۝ قَالُوا أَإِنَّكَ لَأَنتَ يُوسُفُ ۖ
قَالَ أَنَا يُوسُفُ وَهَٰذَا أَخِي ۖ قَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا ۖ إِنَّهُ مَن يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ
لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝

پھر جب کہ (حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی) ان کے پاس آئے تو کہنے لگے اے عزیز! ہم پر اور ہمارے گھر (والوں)
پر سختی آ پڑی ہے اور ہم کھوٹے دام لے کر آئے ہیں سو ہم کو پورا پیمانہ بھر دیجئے اور ہم پر خیرات کیجیے کیونکہ
اللہ تعالیٰ خیرات دینے والوں کو بدلہ دیا کرتا ہے * (حضرت یوسف علیہ السلام نے) کہا تم نے یوسف (علیہ السلام) اور
اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا معلوم بھی ہے جب تم نادان ہو رہے تھے * انہوں نے کہا کیا آپ ہی یوسف (علیہ السلام)
ہیں۔ کہا (ہاں) میں ہی یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے اللہ تعالیٰ نے ہم پر بڑا کرم کیا۔ البتہ
جو ڈرتا ہے اور صبر کیا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ (۱۲/ ۸۸ تا ۹۰ * ت: ح)

۸۸۔ (غرض سب بھائی لوٹ کر مصر کو گئے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے) پھر جب یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو کہنے لگے اے عزیز! ہم کو ہمارے گھر والوں کو قحط کی وجہ سے بڑی تکلیف پہنچی ہے اور ہم کچھ نکمی چیز لائے ہیں سو آپ پورا غلہ دے دیجئے اور ہم کو خیرات سمجھ کر دے دیجئے بے شک اللہ تعالیٰ خیرات دینے والوں کو جزاءِ خیر دیتا ہے۔ "مزجاۃ" کا مرادی ترجمہ حضرت ابن عباسؓ نے کھوٹے، ردی، نہ چلنے والے درہم کیا۔ عکرمہ نے تھوڑے درہم اس کا ترجمہ کیا ہے۔ "فاوف لنا" یعنی اس قلیل یا کھوٹے درہموں ہی میں ہم کو غلہ اتنا ہی پورا پورا دے دیجئے جتنا اس سے پہلے آپ نے کھرے درہموں میں دیا تھا اور جو قیمت کم رہ جائے وہ بطور خیرات آپ چھوڑ دیجئے۔ عرفِ شرع میں تصدق ایسی مہربانی کو کہتے ہیں جس کا مقصد ثواب کی طلب اور اللہ کی خوشنودی کا حصول ہو * بھائیوں کا یہ دردناک کلام سن کر حضرت یوسف علیہ السلام کے دل میں رقت آ گئی آنسو ٹپک پڑے اور پوشیدہ راز ظاہر کر دیا (بحوالہ مظہری)

۸۹۔ (حضرت یوسف علیہ السلام نے) فرمایا۔ کیا تم کو وہ سلوک معلوم (یاد) ہے جو تم نے کبھی کیا تھا یوسف اور اس کے سگے بھائی بنیامین کے ساتھ ایک کو گم کر کے اور ایک کو طرح طرح سے ستا کر * یہ سب اسی وجہ سے تھا کہ تم لڑکپن کی وجہ سے نادان تھے یا انجام سے بے خبر تھے یا محبت پدری میں تم نے یوسفؑ کو والد اور بھائی بہن سے جدا کیا اور چاہا کہ ہم ہی صرف والد کے پیارے بنے رہیں اور (تم) نہیں جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو کیا سزا اور صابروں کو کیا جزاء دنیا اور آخرت میں عطا فرماتا ہے۔ تاریخوں میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی ایک بہن بھی تھیں جن کا نام زینب تھا۔ وہ وفات پا چکی تھیں۔ عربی قصوں میں بھی اس کا نام آتا ہے ایک قول میں وہ معمر ہو گئی تھیں اور اس وقت تک حیات تھیں یہاں جاہل بمعنی لغوی ہے یعنی نادان ناواقف اور یہ تسلی اور خوف دور کرنے کے لئے بطور مہربانی ہے (بحوالہ اشرف التفاسیر)

۹۰۔ کا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے نقاب شاہانہ اور تاج سر مبارک سے علیحدہ کیا تو (بھائیوں) کو اشتباہ حضرت یوسف علیہ السلام کے شکل و شمائل پر پڑا تو انہوں نے کہا کیا تم یوسف (علیہ السلام) ہو؟ یہ استفہام تقریری ہے یعنی یقیناً آپ یوسف علیہ السلام ہیں کہ ایسا جمال باکمال تو صرف یوسف علیہ السلام کا ہو سکتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا "میں یوسف ہوں اور یہ میرا سگا بھائی (بنیامین) ہے۔ بھائی کا ذکر اپنے تعارف میں کیا اور بنیامین کی شان کی عظمت کو ظاہر کرنے اور انہیں اپنے ساتھ کمالات میں شریک کرنے کی غرض سے کیا۔ گویا حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں فرمایا کہ تم نے ہمارے ساتھ جو کچھ کیا کہ ہمیں آپس میں جدا کر دیا۔ اب بیشک گواہ رہو میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ملا دیا اور وحشت کے بعد انس نصیب فرمایا۔ بے شک شان یہ ہے کہ جو اپنے جمیع احوال میں تقویٰ کرتا اور اپنے نفس کو ان امور سے بچاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے غیض و غضب تک پہنچتے ہیں اور تکالیف و مشقتوں پر صبر کرتا ہے جیسے اہل و عیال اور وطن کی جدائی اور قید وغیرہ یا طاعات کی مشقت یا وہ گناہ جس سے لذت پاتا ہے پر صبر کرتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ محسنین کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ ضمیر کی بجائے اسم ظاہر لا کر اس طرف اشارہ ہے کہ محسن وہ ہے جو تقویٰ اور صبر کا جامع ہو (کذا روح البیان)

لغوی اشارات ⁕ مَنَّ : مَنٌّ ماضی واحد مذکر غائب نا ضمیر جمع متکلم مفعول۔ ہم کو بخشا۔ ⊛ اَھْلَنَا : ہمارے گھر والے اھل مضاف نا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ ⊛ ضُرٌّ : بلا، سختی، برائی، تکلیف، ضرر، ایذاء، نقصان اسم ہے امام راغب لکھتے ہیں ضرٌّ بمعنی بدحالی ہے خواہ اپنے نفس (اندرون) میں ہو بسبب علم و فضل اور عفت کی کمی ہونے کے خواہ اپنے بدن میں کسی عضو کے نہ ہونے کے باعث ہو یا کسی نقص کی بنا پر خواہ حالت ظاہری میں بوجہ مال و جاہ کی قلت کے ⊛ اَوْفِ : تو پورا کر، اِیْفَاءٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ (ل ق)

مفہومات مزید ⁕ برادران یوسف علیہ السلام اگلی مرتبہ پھر دوبارہ مصر حاضر ہوئے اور اپنا لایا ہوا متاع ان کے سامنے رکھدیا جو مختلف روایتوں کے بموجب کھوٹے، ردی اور نہ چلنے والے درہم تھے یا چند درہم یا صحرائی قوم کا مال یعنی اون، گھی یا پنیر یا منقول دیگر حبۃ الخضر اور صنوبر کی لکڑیاں یا مقل کے ستو یا کچھ چمڑے اور جوتے تھے ردی درہموں کو مزجاۃ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ کوئی ان کو لیتا نہیں بلکہ پھینک دیا جاتا ہے اسی طرح اگر بیش قیمت سامان کے عوض تھوڑے درہم دیے جائیں تو ان کو بھی نہیں لیا جاتا بلکہ رد کر دیے جاتے ہیں یہی حالت دوسری ادنیٰ چیزوں کی ہے کہ ان کو بطور قیمت کوئی شخص نہیں لیتا اگر بائع خود چشم پوشی کرے اور قبول کر لے تو دوسری بات ہے (م) ⁕ بھائیوں نے جو کچھ تھا سامنے رکھ دیا اور خاندان پر پڑنے والی مصیبت کا ذکر کیا، غلہ طلب کیا اور مزید مہربانی کی درخواست کی۔ اب وہ گھڑی آ پہنچی اور بحکم الٰہی آپ نے ان سے دریافت کیا "تمہیں معلوم ہے کہ تم نے یوسف (یعنی اپنے بھائی کے ساتھ) کیا سلوک کیا۔ تمام بھائی حیرت سے انہیں تکنے لگے اور پوچھا "کیا واقعی آپ ہی یوسف ہیں؟" تب آپ نے فرمایا "ہاں میں ہی یوسف ہوں اور دیکھو یہ بنیامین میرا بھائی ہے۔" "یہ اللہ کا فضل ہے کہ اس نے اجر عطا فرمایا احسان کیا۔

(س م ح ش)

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَ اِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ ۝ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۫ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝

بھائیوں نے کہا اللہ کی قسم! بزرگی دی ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہم پر اور بے شک ہم ہی خطا کار تھے * آپ نے فرمایا نہیں کوئی گرفت تم پر آج کے دن، معاف فرما دے اللہ تعالیٰ تمہارے (قصوروں) کو اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے * لے جاؤ میرا یہ پیراہن پس ڈال دو اسے میرے والد کے چہرہ پر وہ بینا ہو جائیں گے۔ اور (جا کر) لے آؤ میرے پاس اپنے سب اہل و عیال کو۔ (۱۲/۹۱ تا ۹۳ * ت: ص)

۹۱۔ برادرانِ یوسف علیہ السلام بے ساختہ بول اٹھے اللہ کی قسم آپ بہت خوش قسمت ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہم پر ہر طرح کی درجہ فضیلت دی کہ آپ کو غنی، سخی، خلیق، مہمان نواز، خوبصورت، متقی، صاحب حاکم ملک، محسن، دردمند اور منکسر، بادشاہ بنایا۔ پھر اس کے باوجود انتہائی نرم دل بنایا اور ہر حال میں اپنے رب کو یاد کرنے والا بنایا۔ اے پیارے یوسف علیہ السلام آج ہمیں اعتراف ہے کہ شروع سے بے شک ہم ہی البتہ غلطیاں کرنے والے تھے اور ہر لمحہ ہم سے خطائیں سرزد ہوتی رہیں۔ (بحوالہ اشرف التفاسیر)

۹۲۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں فرمایا آج تم پر کوئی ملامت نہیں اور نہ ہی تمہارے کسی گناہ کو تمہارے سامنے ذکر کروں گا۔ اس کے بعد فرمایا اللہ تمہیں بخش دے یہ ان کے لئے مغفرت کی دعا ہے کہ ان سے جتنی غلطیاں ہوئیں ان سب کے لئے بخشش کا سوال کیا (ف) جب اسی وقت یوسف علیہ السلام نے اپنے حقوق معاف فرمائے تو ان سے حق العبد معاف ہوا۔ پھر جب انہوں نے توبہ کی تو ان سے حقوق اللہ معاف ہو گئے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اسی لئے بعد کو ان کے لئے فرمایا "یغفر اللہ لکم" (ف) مروی ہے کہ اس کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام لطف و کرم سے انہیں اپنے پاس صبح و شام اکٹھے بٹھا کر کھانا تناول فرماتے۔ انہوں نے عرض کی کہ ہم نے آپ کے ساتھ کیا کیا اور آپ کتنا لطف و کرم فرما رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگرچہ میں اس وقت مصر کا حاکم بن گیا ہوں لیکن (مصر کے لوگ) مجھے اسی پہلی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ وہی ہے جو چند ٹکڑوں میں بک گیا تھا اور ہمارے حکمران بن بیٹھے لیکن جب سے تم میرے ساتھ اٹھنے بیٹھنے لگے ہو تو میری وقعت ان کے دل میں بیٹھی ہے اور یقین کرتے ہیں یہ سب بھائی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔

مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن کعبہ معظمہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر قریش مکہ سے فرمایا اب بتاؤ میں تمہارے ساتھ کیا کروں۔ انہوں نے کہا ہمیں آپکے ساتھ نیک گمان ہے اس لئے کہ آپ کریم اور کریم بھائی کے صاحبزادے ہیں اور اب آپ ہم پر قادر ہیں جیسے چاہیں کریں آپ نے فرمایا۔ آج میں وہی کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف علیہ السلام نے کہا "لا تثریب علیکم الیوم" * اور فرمایا اللہ تعالیٰ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے (بحوالہ روح البیان)

۹۳ ۔ بغوی نے لکھا ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنا تعارف کرا دیا تو پھر والد کا حال پوچھا اور فرمایا میرے بعد میرے والد کی کیا حالت ہوئی بھائیوں نے بتایا کہ والد کی آنکھیں رو رو کر جاتی رہیں حضرت یوسفؑ نے اپنا کرتہ اتار کر دیا اور والد کو بلوایا اور فرمایا میرا یہ کرتہ لے جا کر میرے والد کے منہ پر ڈال دو (اس سے) وہ بینا ہو جائیں گے یا یہ مطلب کہ وہ میرے پاس بینا ہو کر آ جائیں گے حسن نے کہا حضرت یوسفؑ کو اللہ تعالیٰ نے اطلاع دے دی ہوگی جب ہی تو آپ نے فرمایا کہ وہ بینا ہو جائیں گے اللہ کی طرف سے اطلاع پائے کے بغیر وہ ایسی بات نہیں کہہ سکتے تھے ۔ مجاہد نے کہا حضرت جبرئیلؑ نے حضرت یوسفؑ کو اللہ کی طرف سے حکم دیا تھا کہ حضرت یعقوبؑ کو اپنا کرتہ بھیج دیجئے ۔ یہ قمیص حضرت ابراہیمؑ کا تھا جب آپ کو آگ میں ڈالا گیا تو ... جبرئیلؑ نے جنت سے ایک قمیص لا کر آپ کو پہنا دیا تھا یہ کرتہ حضرت ابراہیمؑ کے پاس رہا آپ کی وفات کے بعد حضرت اسحٰقؑ کو میراث میں ملا حضرت اسحٰقؑ کے بعد حضرت یعقوبؑ کو پہنچا ۔ حضرت یوسفؑ جب جوان ہو گئے تو حضرت یعقوبؑ نے وہ کرتہ ایک نلکی میں سر بند کر کے حضرت یوسف کے گلے میں ڈال دیا (جو) ہر وقت آپ کے گلے میں رہتا تھا جب آپ کو کرتہ اتار کر کنوئیں میں ڈالا گیا تو حضرت جبرئیلؑ نے آ کر (نلکی) کھول کر اس میں سے کرتہ نکال حضرت یوسفؑ کو پہنا دیا پھر حضرت یوسفؑ جب بھائیوں سے مذکورہ بالا گفتگو کر رہے تھے تو حضرت جبرئیلؑ نے آ کر کہا وہ قمیص بھیج دیجئے اس کے اندر جنت کی خوشبو ہے جس دکھی یا بیمار پر اس کو ڈالا جائے گا وہ تندرست ہو جائے گا اس اطلاع کے بعد آپ نے وہ کرتہ اپنے بھائیوں کے سپرد کر دیا اور فرمایا اس کو میرے والد کے چہرے پر ڈال دینا وہ بینا ہو جائیں گے ✶ حضرت قاضی محمد ثناء اللہ عثمانیؒ نے کہا کہ حضرت مجدد قدس سرہ کے کشف سے یہ امر ثابت ہو گیا کہ حسن یوسف دنیوی چیزوں سے نہ تھا بلکہ آپ کا حسن اور وجود جنت کی چیزوں کا حسن سے تھا ۔ اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ وہ (کرتہ) حضرت یوسفؑ کا پہنا ہوا تھا وجود حضرت یوسفؑ تو خود جنت کی چیزوں کی جنس ہی سے تھا (بحوالہ تفسیر مظہری)

لغوی اشارے ✶ اَثَرَكَ : تجھ کو پسند کر لیا ۔ اٰثَرَ ماضی کا صیغہ كَ ضمیر واحد مذکر حاضر ● تَثْرِيبَ : سرزنش ، الزام ، تنبیہ ، ڈانٹنا جھڑکنا بروزن تفعیل مصدر ہے ● اَلْقُوهُ : اس کو ڈال دو ۔ اس میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب ہے (ل ق)

معلومات مزید ✶ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو بتایا کہ "ہاں میں ہی یوسف ہوں اور دو کا تہ یہ بنیامین میرا بھائی ہے ۔ اس وقت سب بھائیوں نے بیک زبان اعتراف کیا کہ " خدا کی قسم بے شک اللہ تعالیٰ نے ہم پر آپ کو فضیلت عطا کی ہے بے شک ہم ہی خطا کرنے والوں میں سے تھے تب حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں سے فرمایا " آج تم سے کوئی مواخذہ نہیں ۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے تم سب کو معاف فرماتا ہے اور تم پر رحم فرماتا ہے کیونکہ وہی ارحم الراحمین ہے ۔ اس طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے تمام بھائیوں کو نہ صرف حیران و ششدر کر دیا بلکہ ان کے ساتھ بہترین سلوک فرمایا اور بڑی محبت سے برادرانہ سلوک کیا اپنے والد بزرگوار کے متعلق دریافت کیا اور ان کی حالت کے بارے میں سن کر بڑے مضطرب ہوئے اور نہایت درد مندی کے ساتھ اپنا پیراہن حوالے کیا اور بھائیوں سے فرمایا میرا کرتہ لے جا کر بابا جان کے چہرہ پر ڈال دیجئے انھیں بینائی مل جائے گی اور پھر بھائیوں کو تاکید کی کہ بابا جان اور اپنے اپنے اہل و عیال کو یہاں میرے پاس لے آئیے (س م ح ش)

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ۝ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ
لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِیْمِ ۝ فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِیْرًا قَالَ
اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

اور جب (ادھر سے) قافلہ چلا تو ان کے والد بولے اگر تم مجھے سٹھیایا ہوا نہ سمجھو تو مجھے تو یوسف کی خوشبو محسوس ہو رہی ہے (م) * (بیٹے) بولے خدا کی قسم آپ ابھی اسی پرانی خود رفتگی میں ہیں (ک) * پھر جب خوش خبری لانے والا آ پہنچا تو اس نے وہ پیراہن آپ کے منہ پر ڈال دیا تو آپ کی آنکھیں روشن ہو گئیں (حضرت یعقوب علیہ السلام نے) فرمایا میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ میں اللہ کی طرف سے وہ علم رکھتا ہوں جو تم نہیں رکھتے -
(۱۲/۹۴ تا ۹۶ * ت : م ـ ک)

۹۴ - اور جب قافلہ چلا تو ان کے والد بزرگوار نے کہنا شروع کیا کہ اگر تم مجھ کو بڑھاپے کی وجہ سے بہکی باتیں کرنے والا نہ سمجھو تو ایک بات کہوں کہ مجھ کو تو یوسف (علیہ السلام) کی خوشبو آ رہی ہے * یعنی جب وہ قافلہ جس میں حضرت یوسف علیہ السلام کا قمیص تھا اور مصر سے کنعان جانے کے لئے چلا تھا شہر کی آبادی سے نکلا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے حاضرین سے کہا مجھے یوسف (علیہ السلام) کی خوشبو محسوس ہو رہی ہے ، اگر تم سٹھیایا ہوا نہ قرار دو تو میں کہتا ہوں کہ یوسف (علیہ السلام) کی ملاقات ہونے والی ہے ۔ ریح یوسف فرمایا ریح قمیص یوسف نہیں فرمایا ۔ اس سے تشریح ہو رہا ہے کہ جنت کی خوشبو یوسف علیہ السلام کی ہی خوشبو تھی ، قمیص یوسف علیہ السلام کی نہ تھی * بغوی نے لکھا ہے باد صبا نے اپنے رب سے اجازت طلب کی کہ بشارت دینے والے کے پہنچنے سے پہلے یوسف علیہ السلام کی خوشبو کو پہنچا دے ۔ مجاہد نے کہا تین سو کی مسافت سے یوسف علیہ السلام کی خوشبو حضرت یعقوب علیہ السلام کو پہنچ گئی تھی حضرت ابن عباسؓ کے ایک قول میں آٹھ رات کی مسافت کا ذکر آیا ہے ۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہوا قمیص یوسف علیہ السلام کی خوشبو لے کر حضرت یعقوب علیہ السلام تک پہنچی جس سے آپ کو جنت کی خوشبو محسوس ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ زمین پر آئے قمیص کی خوشبو کے جنت کی کوئی اور خوشبو نہیں تھی اسی لئے آپ نے اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ فرمایا ۔ (تفسیر مظہری)

۹۵ - (حضرت یعقوب علیہ السلام نے خوشبوئے یوسفی سونگھنے کی) یہ خبر جب گھر والوں کو سنائی تو سب غمزدہ لہجے میں افسوس ناک غمناک انداز میں بولے خدا کی قسم اے ابا جان بیشک آپ تو ابھی تک اسی پرانی محبت والفت میں ڈوبے ہوئے ہیں اس محبت نے آپ کو ابھی تک اس حقیقت پر نہیں آنے دیا کہ یوسف علیہ السلام تو چالیس سال پہلے ہی فوت ہو چکا (اشرف التفاسیر)

۹۶ - "پھر جب خوشی سنانے والا آیا" لشکر کے آگے آگے وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی یہودا تھے الغرض نے کہا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس خون آلودہ قمیص میں ہی لے کر گیا تھا میں نے ہی کہا تھا کہ یوسف (علیہ السلام) کو بھیڑیا کھا گیا میں نے ہی ان کو غمگین کیا تھا آج کرتہ بھی لے کر میں ہی جاؤں گا اور حضرت یوسف (علیہ السلام) کی زندگانی کی فرحت انگیز خبر بھی میں ہی سناؤں گا ۔ یہودا برہنہ سر برہنہ پا کرتہ لے کر اسی فرسنگ دوڑتے آئے راستہ میں

کھانے کے سامان روٹیاں ساتھ لائے تھے فرطِ شوق کا یہ عالم تھا کہ ان کو بھی راستہ میں کھا کر تمام نہ کر سکے "اس نے وہ کرتا (حضرت) یعقوب (علیہ السلام) کے منہ پر ڈالا اسی وقت اسکی آنکھیں پھر آئیں۔ کہا میں نہ کہتا تھا کہ مجھے اللہ کی وہ شانیں معلوم ہیں جو تم نہیں جانتے "۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے دریافت فرمایا یوسف کیسے ہیں۔ یہودا نے عرض کیا حضور وہ مصر کے بادشاہ ہیں۔ فرمایا۔ میں بادشاہی کو کیا کروں یہ بتاؤ کس دین پر ہیں۔ عرض کیا دینِ اسلام پر۔ فرمایا الحمدللہ اللہ کی نعمت پوری ہوئی (کنزالایمان و حاشیہ)

لغوی اشارے ★ رِیْحَ : ہوا، بو، ہوائے متحرک جو آسمان و زمین کے درمیان منسوب ہے ریح کہلاتی ہے ریح اصل میں رُوْحٌ تھا، دلیل یہ کہ اسکی تصغیر رُوَیْحَۃٌ آتی ہے لیکن ماقبل کے مکسور ہونے کی بناء پر واو کو ی سے بدل لیا گیا ہے، اصل کے اعتبار سے اسکی جمع اَرْوَاحٌ اور کسرہ ماقبل کے اعتبار سے رِیَاحٌ آتی ہے۔ ریح کی چار قسمیں ہیں۔ ۱۔ شمال (شمالی ہوا) یہ شام کی طرف چلتی ہے موسم گرما میں گرم ہوتی ہے اور خاک اڑاتی ہے۔ ۲۔ جنوب (جنوبی ہوا) جو اس کے مقابل ہے، یہی ریح یمانی ہے۔ ۳۔ صبا (پروا ہوا) مشرق کی طرف سے چلتی ہے اسی کو قبول بھی کہتے ہیں۔ ۴۔ دبور (پچھوا ہوا) مغرب کی سمت سے چلتی ہے۔ ریح کا استعمال بیشتر تو مونث ہی ہوا کرتا ہے مگر کبھی مذکر بھی بولا جاتا ہے۔ یہ ابو زید نے نقل کیا ہے اور ابن الانباری کا بیان ہے کہ ریح بلا کسی علامت کے مونث ہے اور بجز اعصار (بگولا) کے وہ تو البتہ مذکر ہے، اس کے اور تمام اسماء بھی اسی طرح سے ہیں (المصباح المنیر)

● تُفَنِّدُوْنِ : تم نقصانِ عقل بتاتے ہو، تم نقصانِ عقل بتاؤ گے، تم بہکا ہوا بتاتے ہو، تم بہکا ہوا بتاؤ گے، تَفْنِیْدٌ سے جس کے معنی جھوٹ، کمزوری، عاجزی، جہالت اور غم کی طرف منسوب کرنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، یہاں نقصانِ عقل کی طرف منسوب کرنا مراد ہے ● ضَلٰلِكَ : تیری حیرانی، تیری غلطی، تیری خطا۔ ضلال مضاف کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ ● اَلْقٰىهُ : اس کو ڈالا، اَلْقٰى صیغہ ماضی ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب (ل ق)

معلومات مزید ★ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے ذریعہ اپنا قمیص بھیجا تھا، تاکہ وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرہ اقدس پر ڈالا جائے اور وہ بینا ہو جائیں اور ساتھ ہی اپنے بھائیوں کو تاکید فرمائی تھی کہ اپنے سب اہل وعیال کو ان کے پاس مصر لے آئیں۔ برادرانِ یوسف علیہ السلام پیراہن یوسفی کے ساتھ مصر سے کنعان روانہ ہوئے اور ادھر حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے اہل خاندان سے جو کنعان میں آپ کے پاس موجود تھے فرمایا کہ "میں تو یوسف کی خوشبو سونگھ رہا ہوں" اس بات اپنی اس پرانی محبت میں مبتلاء ہیں" جب قافلہ کنعان پہنچا تو فرزندانِ یعقوب علیہ السلام سب سے پہلے اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت یوسف علیہ السلام کا قمیص یہودا نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرہ اقدس پر ڈالا تو پھر آنکھوں میں روشنی، چہرے پر بشاشت جسم پر تازگی دل میں سرور اور آنکھوں میں نور آ گیا قبل ازیں بعجلت حضرت یوسف علیہ السلام کے مل جانے کی نوید مسرت دی تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے بے پناہ خوشی کے اظہار کے ساتھ فرمایا کہ دیکھو میں تم سب سے کہا نہیں کرتا تھا کہ میں اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم سے وہ کچھ جانتا ہوں جس کا تمہیں علم نہیں اور تم نہیں جانتے۔ اس ارشاد سے یہ واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے حضرت یعقوب علیہ السلام کو اس بات کی حقیقت سے واقف کروا دیا تھا البتہ قبل از وقت اس راز کے ظاہر کرنے کی اجازت نہ دی تھی۔
(س م ح ش)

قَالُوْا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ ۝ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ اِنَّهٗ
هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ
اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۝

بولے اے ہمارے والد ہمارے گناہوں کی معافی مانگئے بے شک ہم خطاوار ہیں * کہا جلد ہی تمہاری بخشش اپنے رب سے چاہوں گا بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے * پھر جب وہ سب یوسفؑ کے پاس پہنچے اس نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا مصر میں داخل ہو اللہ چاہے تو امان کے ساتھ۔ (۱۲/۹۷تا۹۹ * ت:ک)

۹۷۔ اور سب نے عرض کیا بیٹوں نے بھی اور پوتوں نے بھی اے ابا جان آج ہم نے محسوس کیا ہے کہ ہم سے آپ کی شان میں بہت سی خطائیں ہوئی ہیں بات بات پر آپ کی خبروں کو جھٹلایا طعنہ بازی کی جھوٹ بول بول کر آپ کو ستایا فراق یوسفی کی آگ میں جلایا بنیامین کو رلایا بارگاہ الٰہیہ کے خوف وخشیت کی بھی پرواہ نہ کی ہر طرف سے مجرم بنے خطائیں کیں ہم نے جرم وخطا میں کمی نہ کی اے پیارے ابو جی اب آپ اپنے کریم رحیم ستار وغفار اللہ سے ہمارے لئے ہمارے گناہوں کی بخشش مانگئے اور بخشش مانگنے میں کمی نہ فرمایئے۔ ہم خود اس کی بارگاہ کے لائق نہیں رہے کس منہ سے آج اس کے سامنے روئیں اور اس جبار وقہار کا جلال ہماری نازیبا حرکتوں پر نہ معلوم کس غضب میں ہے اس لئے اے ہمارے ابا جان آپ ہمارے وسیلہ عظمیٰ بن جایئے۔ والد محترم یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام اپنی خوشی میں بیٹوں کی طرف سے پہنچی ہوئی ایذائیں یکسر بھلا چکے تھے جب بیٹوں کی یہ دردمندانہ التجاء پہنچی اقرار خطا سنا تو پیار سے فرمایا۔ (بحوالہ اشرف التفاسیر)

۹۸۔ (فائدہ) انبیاء واکابر اولیاء کے وعدوں میں سوف، عسیٰ، لعل کے الفاظ صدق الالتزام اور ان کا وعدہ وعید اور ان کی یقینی اور قطعی طور وقوع پر دلالت کرتا ہے ان الفاظ سے ان کا اپنے وقار کا اظہار اور ترک عجلت مطلوب ہوتی ہے۔ اسی قانون پر حضرت یعقوب علیہ السلام کا وعدہ سمجھئے گویا یعقوب علیہ السلام نے اپنے صاحبزادوں کو فرمایا کہ میں تمہارے لئے دعا یقیناً مانگوں گا اگرچہ دیر کے بعد (کذا فی بحر العلوم) (ف) شعبی سے مروی ہے کہ سوف استغفر لکم الخ کا معنی یہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں سے فرمایا کہ میں یوسف علیہ السلام سے بھی کہ ان سے پوچھوں گا اگر وہ تمہیں معاف کردیں تو پھر میں تمہارے لئے بخشش مانگوں گا ورنہ نہیں اس لئے کہ وہ مظلوم تھے اور مظلوم کا معاف کرنا پہلے ضروری ہے اس سے نتیجہ نکلا کہ یعقوب علیہ السلام نے ان کی معافی کو یوسف علیہ السلام کی ملاقات کے ساتھ معلق کردیا۔ (ف) جب وہ یوسف علیہ السلام کے ہاں مصر تشریف لائے تو جمعہ کی شب سحر کے وقت اور وہی عاشوراء کی شب تھی نماز میں مشغول ہوئے جب فراغت پائی تو دعا مانگی۔ "اے اللہ تعالیٰ! یوسف علیہ السلام کے بارے میں میرا جزع وفزع اور قلت صبر کو معاف فرما اور مجھ سے اور میری اولاد سے جو کچھ یوسف علیہ السلام کے متعلق گناہ ہوئے وہ بھی بخش دے" یوسف علیہ السلام یعقوب علیہ السلام کے پیچھے ایسا کہتے تھے اور اخوۃ یوسفؑ بھی نہایت عجز وانکساری کے ساتھ اور بڑے خشوع وخضوع سے کھڑے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے یعقوب علیہ السلام! ہم نے آپ سب کو بخش دیا۔ (بحوالہ روح البیان)

۹۹۔ نووی نے لکھا ہے روایت میں آیا ہے کہ بشارت دینے والے قافلہ کے ساتھ حضرت یوسفؑ نے دو سو اونٹنیاں اور کثرت

سامان میں بھیجا تھا تاکہ حضرت تمام اہل و عیال و متعلقین کو لے کر مصر آجائیں چنانچہ آپ مصر جانے کو تیار ہو گئے کل زن و مرد بہتر
اور مسروق کے قول ۹۳ شخص روانہ ہوئے جب یہ قافلہ مصر کے قریب پہنچا تو حضرت یوسفؑ اور بادشاہ چار ہزار فوج کے ساتھ
استقبال کو روانہ ہوئے۔ حضرت یعقوبؑ یہودا پر سہارا دیے آرہے تھے سواروں اور دستے لوگوں کو ملاحظہ فرمایا تو دریافت کیا
یہودا کیا یہ فرعون مصر ہے یہودا نے جواب دیا نہیں وہ یہ آپ کے صاحبزادے ہیں۔ جب یعقوبؑ اور ان کے گھر والے یوسفؑ کے پاس
پہنچے تو انہوں نے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی۔ حسن بصریؒ کا قول ہے کہ ماں زندہ تھیں اور ابوین سے ماں باپ ہی
مراد ہیں۔ اکثر اہل تفسیر کا قول ہے کہ ماں باپ سے مراد ہیں حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ کی خالہ لیّا* یہاں خالہ کو ماں
قرار دیا ہے۔ یا یہ وجہ ہے کہ حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ کی والدہ (کی وفات) کے بعد لیّا سے نکاح کر لیا تھا اور لیّا ہی نے
حضرت یوسفؑ کی پرورش کی تھی لہذا پرورش کرنے والی کو ماں ہی کہا جاتا ہے۔ حضرت یوسفؑ اور حضرت یعقوبؑ دونوں نے معانقہ
کیا اور دونوں رونے لگے۔ حضرت یوسفؑ نے کہا ابا! اس وجہ سے آپ روتے رہے کہ آپ کی نظر جاتی رہی کیا آپ کو یقین
نہ تھا کہ ہم قیامت کے دن ہم دونوں حشر میں ملیں گے حضرت یعقوبؑ نے فرمایا بیٹے! یقین کیوں نہ تھا مجھے تو اس بات کا
اندیشہ تھا کہیں تیرا مذہب نہ بدل گیا ہو اور پھر قیامت کے دن میرے اور تیرے درمیان رکاوٹ حائل ہو جائے اور کہا
(جملہ) مصر کے اندر امن کے ساتھ اللہ نے چاہا تو رہو۔ یعنی تم کو شہر کے اندر داخل ہونے کے لئے اجازت نامے کی ضرورت نہیں
شاہی اجازت نامہ کے بغیر اس زمانہ میں کوئی مصر میں داخل نہیں ہو سکتا تھا یا یہ مطلب ہے کہ اب قحط اور دوسرے مصائب کا کوئی اندیشہ نہیں (تفسیر مظہری)

*(اس طرح چچا کو باپ بھی کہا گیا تھا)

لغوی اشارے * ذُنُوبَنَا : ہمارے گناہ، ذُنُوبٌ مضاف نا ضمیر جمع متکلم، مضاف الیہ ● خٰطِئِيْنَ : گناہ گار،
خطا کرنے والے، چوکنے والے، خَطَأٌ سے، اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالت نصب وجر ● سَوْفَ : عنقریب، جلد، اب، آخر
امام راغب مفردات میں فرماتے ہیں "سوف حرف ہے جو افعال مضارع کو استقبال کے ساتھ خاص کر کے حال سے علیحدہ کر دیتا ہے
اور امام سیوطی لکھتے ہیں: سوف سین کی طرح ہے، بصریوں کے نزدیک زمانہ کے لحاظ سے یہ سین سے زیادہ وسیع ہے
کیونکہ حروف کی کثرت معنی کی کثرت پر دلالت کرتی ہے اور دیگر علماء کے نزدیک یہ سین کا مرادف (ہم معنی) ہے
ابن بابشاذ کا بیان ہے کہ سوف کا غالب استعمال وعید اور تہدید میں ہے اور سین کا وعدہ میں، اور کبھی سوف وعدہ میں
استعمال ہوتا ہے اور کبھی وعید میں ● اٰوٰى : اس نے جگہ دی، اس نے اتارا۔ اِيْوَاءٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب (ل ق)

معنویات مزید * فرزندان حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے قصور کا اعتراف کیا اور بارگاہ رب العزت میں گناہوں کی بخشش کی دعا کے لئے
اپنے والد سے مودبانہ التجا کی حضرت یعقوب علیہ السلام نے دعا مانگی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور فرزندان یعقوبؑ
کے قصوروں کو معاف فرما دیا * حضرت یوسف علیہ السلام کی خواہش اور اصرار پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے سارے خاندان والوں
کے ساتھ کنعان سے مصر کی جانب سفر کیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو جب اپنے والدین اور خاندان والوں کی مصر کی جانب آمد
کی اطلاع ملی تو اپنے پدر بزرگوار کے خیر مقدم کے لئے نکلے بچھڑے ہوئے نور نظر سے مل کر حضرت یعقوب علیہ السلام کی خوشی کی
انتہا نہ رہی اور حضرت یوسفؑ نے والدین کے اکرام و تعظیم میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اس کے بعد وہ سب شہر میں داخل ہوئے اور جب
دربار شاہی میں آئے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے ماں باپ کو اپنے پاس بڑے اکرام سے جگہ دی۔ (مسام ح ش)

وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۫
قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ؕ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْۤ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ
مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ
هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ
فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۟ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۝
ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْۤا اَمْرَهُمْ
وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ۝

اور اس نے اپنے ماں باپ کو تخت پر اونچا بٹھایا اور سب اس کے آگے سجدے میں گر پڑے۔ اور (یوسفؑ نے) کہا اے اباجان! یہ ہے میرے پہلے خواب کی تعبیر۔ اور میرے رب تعالیٰ نے اسے سچا کر دکھایا اور اس نے مجھ پر بڑی عنایت کی جب کہ مجھ کو قید سے نکالا اور آپ کو باہر سے لے آیا (اور مجھ سے ملا دیا) بعد اس کے کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں رنجش پیدا کروا دی تھی بے شک میرا رب جس کے لئے چاہتا ہے بڑی مہربانی فرماتا ہے (کام بنا دیتا ہے) کیونکہ وہ بہتر جاننے والا حکیم ہے * (یوسف علیہ السلام نے دعا کی) اے رب تعالیٰ! تو نے مجھے حکومت میں بھی ایک حصہ عطا فرمایا اور خواب کی تعبیر دینے کا علم بھی سکھایا (اے) آسمانوں اور زمین کے بنانے والے! تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا کارساز ہے مجھے فرمانبرداری کی حالت میں موت دے اور نیکوں میں ملا دے * یہ غیب کی خبریں ہیں جو (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم!) آپ کی طرف ہم وحی کرتے ہیں اور آپ تو وہاں موجود بھی نہ تھے جبکہ (یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے) اپنا ارادہ مصمم کر لیا تھا (کہ ان کو کنوئیں میں ڈالدو) اور وہ تدبیریں کر رہے تھے۔

(۱۲/۱۰۰ تا ۱۰۲ * ت: حقانی)

۱۰۰۔ "(حضرت یوسف علیہ السلام نے) اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹھایا اور سب" یعنی والدین اور سب بھائی "اس کے لئے سجدے میں گرے" یہ سجدہ تحیت و تواضع کا تھا جو ان کی شریعت میں جائز تھا جیسے کہ ہماری شریعت میں کسی معظم کی تعظیم کے لئے قیام اور مصافحہ اور دست بوسی جائز ہے۔ سجدہ عبادت اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کے لئے کبھی جائز نہیں ہوا نہ ہو سکتا ہے کیونکہ یہ شرک ہے اور سجدہ تحیت و تعظیم بھی ہماری شریعت میں جائز نہیں" اور (یوسف علیہ السلام نے) کہا اے میرے باپ یہ میرے پہلے خواب کی تعبیر ہے" جو میں نے صغر سنی یعنی بچپن کی حالت میں دیکھا تھا" بے شک اسے میرے رب نے سچا کیا اور بے شک اس نے مجھ پر احسان کیا کہ مجھے قید سے نکالا" اس موقع پر آپ نے کنوئیں کا ذکر نہ کیا تاکہ بھائیوں کو شرمندگی نہ ہو" اور آپ سب کو گاؤں سے لے آیا بعد اس کے کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں ناچاقی کرا دی تھی بے شک میرا رب جس بات کو چاہے آسان کر دے بے شک وہی علم و حکمت والا ہے" (کنز الایمان اور حاشیہ صدر الافاضل")

۱۰۱۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اسی وقت والد محترم اور سب بھائیوں کی موجودگی میں بارگاہ رب العزت میں عرض کیا اے میرے پالنے والے اللہ بے شک تو نے ہی مجھ کو اتنے دراز زمانے تک بغیر کسی انتشار و تفرقے اور فساد و خلفشار کے تمام علاقہ مصر

کے گوشہ میں اختیار اور قانون سازی۔ نفاذ کی مضبوط سلطنت عطا فرمائی۔ رب نے حضرت یوسف کو نعمتیں عطا فرمائیں نبوت، حکومت، رزق، علم تعبیر، سیاست، حسن، خلہ، خزانے، اولاد کثیر، امن وعافیت۔ ایک قول ہے کہ آپ کے بعد یہودا بادشاہ بنے۔ لہذا اے میرے رب تو نے ہی خوابوں باتوں کا سچا مطلب نکالنا مجھ کو سکھایا اور کتب الہیہ یعنی صحائف حضرت آدم اور صحائف ابراہیم کے گہرے اسرار کی سمجھ سکھائی اور نبوت کی باتوں کو بتایا تو ہی آسمان زمین کو ایجاد فرمانے والا ہے سنبھالنے والا بچانے والا ٹھہرانے والا ہے تو نے ہی کل مخلوقات کی ایسی ابتداء فرمائی جو دنیا والوں کی انشاؤں سے زیادہ مکمل اور مضبوط ہے میرا والی میرا مددگار ہر لمحہ ہر حال میں خبردار تو ہی ہے۔ اے کرم محبت کرنے والے رب جب کبھی بھی میری وفات کا وقت ہو تو مجھ کو اس حالت میں فوت فرما کہ میری ہر چیز سلامت رہے۔ اے میرے اللہ! میں نے تیری رضا کی خاطر تیرے دشمنوں کو چھوڑا تو مجھ کو نیکوں سے جوڑ دے۔ (بحوالہ انوار التفاسیر)

۱۰۲۔ یہ (قصہ حضرت یوسف علیہ السلام) غیب کی خبروں میں سے ہے جو وحی کے ذریعہ سے ہم آپ کو بتا رہے ہیں اور آپ ان (برادران یوسفؑ) کے پاس اس وقت موجود نہ تھے جبکہ انہوں نے اپنا ارادہ پختہ کر لیا تھا اور وہ تدبیریں کر رہے تھے یعنی کنویں کی گہرائی میں یوسف علیہ السلام کو ڈالنے کا پختہ ارادہ کر لیا تھا مقصد یہ ہے کہ قصہ یوسفؑ کا وحی کے ذریعہ سے آپ کے پاس آنا اور آپ کا بذریعہ وحی اس پر مطلع ہونا ثابت ہو رہا ہے کیونکہ اولاد یعقوب علیہ السلام میں سے کسی سے آپ کی ملاقات نہیں ہوئی کہ آپ نے ان کی زبانی سن لیا ہو اور خود وہاں موجود نہ تھے اور نہ آپ کی قوم والوں کو یہ قصہ معلوم تھا کہ کسی سے پوچھ کر آپ نے بیان کر دیا ہو۔ (تفسیر مظہری)

لغوی اشارے * عرش : عرش، تخت شاہی۔ امام ابوبکر عزیزی سجستانی نزہۃ القلوب میں فرماتے ہیں "عرش کے معنی تخت شاہی کے ہیں چنانچہ آیت (۱۲/۱۰۰) میں عرش سے یہی مراد ہے۔ اور امام راغب اصفہانی مفردات القرآن میں رقمطراز ہیں عرش اصل میں مسقف شے کو کہتے ہیں اور اس کی جمع عروش ہے ● خَرُّوا : وہ گر پڑے خَرٌّ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ● سُجَّدًا : سجدہ کرنے والے ساجدٌ کی جمع یہاں (اور سب گر پڑے اس کے آگے سجدہ میں) سجدہ تعظیمی مراد ہے سجدہ عبادت نہیں ● بَدْو : جنگل۔ بَدْوٌ کے معنی اصل میں ظاہر ہونے کے ہیں اس لئے ہر وہ مقام جہاں کی سب چیزیں ظاہر ہوں بدو کہلاتا ہے۔ جنگل میں بھی سب چیزیں کھلی اور ظاہر ہوتی ہیں اس لئے اس کا نام "بدو" ہو گیا۔ (لغات القرآن)

معلومات مزید * حضرت یعقوب علیہ السلام کو بچھڑے ہوئے نور نظر سے مل کر بے حد خوشی ہوئی حضرت یوسف علیہ السلام نے والدین کے اکرام و احترام و تعظیم میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ جب دربار شاہی میں آئے تو حضرت یوسفؑ نے والدین کو اوپر تخت پر بٹھایا اور وہ سب ان کے لئے تحیت و تواضع میں سجدہ میں گر پڑے جیسا کہ ان کے ہاں رواج تھا۔ تاہم یہ ہرگز سجدۂ عبادت نہ تھا بلکہ سجدہ تعظیمی تھا جو ان کی شریعت میں روا تھا۔ حضرت یوسفؑ نے کہا اے میرے والد بزرگوار یہ تعبیر ہے میرے پہلے دیکھے ہوئے خواب کی۔ رب تعالیٰ نے سچ کر دکھایا خواب اور اس کی تعبیر کے درمیان چالیس سال کا عرصہ ہوا۔ حضرت یوسفؑ نے اس وقت احسانات و افضال الٰہی کا ذکر فرمایا اور بھائیوں کے برے سلوک کو شیطان کی کارستانی ٹھہرایا۔ پھر حمد و ثنا حق تعالیٰ کی اور اپنے لئے فرمانبرداری کے عالم میں وفات اور صالحین سے جوڑ دینے کی موثر دعا کی۔ بلاشبہ یہ غیب کی خبریں بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائیں۔ (س م ح ش)

وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ○ وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ
لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ؑ وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ○

اور نہیں ہیں اکثر لوگ، خواہ آپ کتنا ہی چاہیں، ایمان لانے والے * اور نہیں طلب کرتے آپ ان سے اس (درسِ ہدایت) پر کچھ معاوضہ۔ نہیں ہے یہ مگر نصیحت سب جہانوں کے لئے * اور کتنی ہی (بیشمار) نشانیاں ہیں جو آسمانوں اور زمین (کے ہر گوشہ) میں (رکھی ہوئی) جن پر یہ (ہر صبح و شام) گزرتے ہیں اور وہ ان سے روگردانی کئے ہوتے ہیں۔
(۱۲/۱۰۳ تا ۱۰۵ * ت بص)

۱۰۳۔ جب آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ پورا (حضرت یوسف علیہ السلام کا) قصہ سنا دیا تو کفار کے ہوش اڑ گئے حیران ہو رہے لاجواب ہو رہے مگر ضد کے پکے ایمان نہ لائے حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خیال تھا کہ کفار ایمان لائیں گے اس لئے مسلمانوں کو رنج ہوا تو رب تبارک وتعالیٰ نے فرمایا

۱۰۴۔ اے حبیب! آپ چاہے کتنی ہی ان کے ایمان لانے کی خواہش کریں مگر ان کی بدبختی اکثریت ایمان نہیں لائے گی۔ اے پیارے نبی! آپ کونسا ان سے کچھ اجرت مانگتے ہیں کہ آپ کو ان کے ایمان سے کچھ فائدہ ہو اور ان کے ایمان نہ لانے سے نقصان ہو آپ کو تو تبلیغ اور قلبی خواہش کا ثواب مل ہی جائے گا۔ اور یہ قرآن مجید یا آپ کی باتیں تبلیغ وعظ اور احادیث طیبات وغیرہ۔ یہ تو سب جہانوں کے لئے ذکرِ الٰہی یا نصیحت، یاد دہانی، یا حمد و نعت کا چرچا ہے یا عبادت و اطاعت ہے اگرچہ چند کافر نہیں مانتے تو جانیں جہنم میں۔ حمد باری تعالیٰ اور آپ کی نعتیں تو فرش و عرش، لوح و قلم تک پھیلی ہوئی ہیں سب مخلوق اس ذکر میں مشغول و مسرور ہے۔ (کمالاتِ نور التفاسیر)

• اور آپ ان سے غیبی خبروں کی اطلاع دینے اور قرآن کی ہدایات بیان کرنے پر سوال نہیں کرتے مال لینے کا۔ جیسے وہ دوسرے خبر دینے والوں کو دنیا و دولت لٹاتے ہیں اس سے ان کو بتانا مطلوب ہے کہ ہمارا ان پر ایک احسان عظیم ہے کہ بلا اجر بہتر مبلغ انہیں بخشا ہے لیکن تکذیب کر رہے ہیں ہم نے انہیں مہلت دے رکھی ہے۔ نہیں ہے یہ قرآن مگر اللہ تعالیٰ کی نصیحت تمام جہان والوں کے لئے یعنی بلا تخصیص ہم نے قرآن بھیجا تاکہ سب کے سب اس پر عمل کرکے نجات حاصل کریں۔ (ف) اس سے معلوم ہوا کہ دعوۃ وارشاد اسی طرح جملہ امورِ خیر میں لوگوں سے نفع کی امید نہ رکھی جائے اس لئے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو شئے خالص اللہ کے لئے ہو اس میں دنیاوی و آخرت کے اغراض کو نہ ملایا جائے (روح البیان)

۱۰۵۔ اور بہت سی نشانیاں آسمانوں اور زمین میں ہیں جن پر ان کا گزر ہوتا رہتا ہے اور وہ ان کی طرف توجہ نہیں کرتے کَاَيِّنْ کے معنی ہیں کثیر یعنی اللہ کی صنعت، حکومت اور کمال قدرت و توحید کی کتنی ہی دلیلیں ہیں جو ان کی نظر کے سامنے آتی ہیں اور یہ ان کا مشاہدہ کرتے ہیں مگر ان کی طرف توجہ نہیں کرتے، منہ پھیر لیتے ہیں مطلب یہ کہ بہت سی آیات عبرت ان کے سامنے آتی ہیں اور اقوام ماضیہ کے آثار کا مشاہدہ کرتے ہیں مگر غور و فکر نہیں کرتے عبرت اندوز نہیں ہوتے (مظہری)

لغوی اشارات ★ اکثر: اکثر بہت زیادہ۔ کثرۃ سے جس کے معنی زیادہ ہونے کے ہیں افعل التفضیل کا صیغہ ● النَّاس:
اسم جمع یا جمع بعض لوگوں کے خیال میں الناس کی اصل اناس تھی ہمزہ محذوف کے عوض الف لام لایا گیا اسی لئے الف لام
مع ہمزہ کے نہیں آتا اور الاناس نہیں کہا جاتا (بیضاوی) بعض نے کہا اس کا ماخذ نسی (بھولنا) ہے نسی اور یاء کی جگہ
کو بدل کر نسیس کیا گیا پھر نسیس سے ناس بنا لیا گیا اس صورت میں انسان کی اصل انسیان ہوگی بعض اہل لغت نے
ناس کا ماخذ ناس ینوس نوس کو قرار دیا ہے نوس کا معنی ہے ادھر ادھر ہلنا مضطرب ہونا۔ ایک یمنی شہزادے کے
شانوں پر زلفیں یا گیسو ہوا کرتے تھے اس لئے اس کو ذونواس کہا جاتا تھا اس صورت میں ناس کی تصغیر نُوَیس ہوگی
اور واو اصلی قرار پاتا ہے ★ الناس اسم جمع ہے مرد عورت، بچے، بڑے، اچھے، برے، مسلمان، کافر، دانا
نادان سب کو یہ لفظ شامل ہے کبھی اہل فضل و دانش ہی مراد ہوتے ہیں یعنی صرف وہ لوگ جو خصوصیات انسانی میں کامل
ہوں۔ (المفردات) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ قرآن مجید میں جہاں یا ایھا الناس کے
لفظ سے خطاب کیا ہے وہاں اہل مکہ مخاطب ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کی مراد یہ ہے کہ اولین مخاطب
اہل مکہ ہیں اور آگے حکم صرف اہل مکہ کے مخصوص نہ ہو بلکہ بطور نیابت تمام لوگ مخاطب ہیں کسی زمان و مکان کی قید
نہیں ★ خطاب عموماً قرآن میں الناس سے وہی لوگ مراد ہوتے ہیں جن میں مخاطب ہونے کی صلاحیت ہے یعنی
عاقل، بالغ، دیوانے، بچے۔ اور بچوں کو اگرچہ از روئے لغت الناس شامل ہے لیکن خطاب کی شکل میں روئے خطاب
ان کی طرف نہیں ہے ● حَرَصْتَ: تو للچایا، تو نے حرص کی۔ حرص سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر ● اَجْر:
مزدوری، ثواب، مہر، بدلہ، اُجُور جمع ● ذِکْر: ذکر، یاد، پند، نصیحت، بیان۔ ذَکَرَ یَذْکُرُ کا مصدر ہے
امام راغب لکھتے ہیں "ذکر بول کر کبھی تو اس سے نفس کی وہ ہیئت مراد لی جاتی ہے کہ جس کے ذریعہ انسان کسی شئے
کو جو معرفت حاصل کرے اس کا یاد رکھنا ممکن ہو اور یہ حفظ کی طرح ہے مگر حفظ باعتبار اس کے حصول کے بولا جاتا ہے
اور ذکر باعتبار اس کے استحضار کے (یعنی حفظ یاد کرنے کے لئے) اور کبھی ذکر کسی چیز کے دل میں یا گفتگو میں یاد آجانے کے
لئے بھی بولا جاتا ہے اور اسی لئے کہا گیا ہے کہ ذکر دو ہیں ذکر قلبی اور ذکر لسانی اور پھر دونوں میں سے ہر ایک کی دو قسمیں
ہیں ایک بھولے بیچے یاد آنا دوسرے بغیر بھولے یاد رہنا بلکہ دائمی یاد رکھنا نیز ہر قول یعنی گفتگو اور بیان کو بھی
ذکر کہا جاتا ہے۔ بیہقی تاج المصادر میں رقمطراز ہیں ذکر کی دو قسمیں ہیں ایک وہ ذکر جو نسیان کی ضد ہے اور دوسرا وہ
جو کہ قول ہے ★ ذکر سے قرآن مجید مراد ہے کیونکہ اس سے بڑھ کر اور کونسا ذکر ہے۔ (بحوالہ لغات القرآن)

مفہومات مزید ★ اللہ رب العزت اپنے محبوب خاتم الانبیاء محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی فرماتا ہے کہ اے نبیؐ! تو آپ
کتنے ہی آرزومند ہوں کہ وہ کفار سعادت ایمان پالیں اور ان کے کہنے پر ان کی خواہش و طلب کے موافق آپ معجزات بھی دکھا دیں
لیکن وہ ایمان نہیں لانے والے۔ اے محبوب! وہ آپ پر اور قرآن حکیم پر اگر ایمان نہ لائیں تو اس میں تعجب کیا ہے
وہ بدنصیب تو اللہ تعالیٰ کی توحید پر بھی تو ایمان نہیں لاتے باوجودیکہ آسمانوں، زمین، عناصر کائنات، مظاہر قدرت سورج چاند تارے
نباتات، جمادات و حیوانات بلکہ ذرہ ذرہ اور خود اپنے وجود میں شب و روز بے حد و شمار نشانیاں دیکھتے ہیں جو زبان
حال سے اللہ تعالیٰ کے وحدہ لاشریک ہونے پر زبان حال سے شہادت دے رہی ہیں۔

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ ○ أَفَأَمِنُوا أَنْ تَأْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِنْ عَذَابِ اللَّهِ أَوْ تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ○ قُلْ هَٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ ۚ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي ۖ وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ○

اور ان میں سے اکثر لوگ اللہ پر ایمان بھی لاتے ہیں اور ساتھ ہی شرک بھی کئے جاتے ہیں * سو کیا یہ اس کی طرف سے بے فکر ہیں کہ ان پر اللہ کا کوئی عذاب چھا جائے یا ان پر اچانک قیامت آجائے اور انہیں خبر بھی نہ ہو * آپ کہہ دیجئے کہ میرا طریق یہی ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ دلیل پر قائم ہوں میں (بھی) اور میرے پیرو (بھی) اور پاک ہے اللہ اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ (۱۲/ ۱۰۶ تا ۱۰۸ * ت : م)

۱۰۶۔ ان کفار و مشرکین کی بھی عجیب حالت ہے اگر ان سے پوچھا جائے کہ زمین و آسمان کو کس نے پیدا کیا تو کہتے ہیں اللہ نے۔ تمہارا خالق کون ہے کہتے ہیں اللہ۔ بارش کون برساتا ہے اور غلہ کون اگاتا ہے تو کہتے ہیں اللہ۔ لیکن اس کے باوجود اصنام کو بھی الٰہ مانتے ہیں اور ان کی عبادت کرتے ہیں۔ بتوں کے متعلق مشرکین کا جو عقیدہ تھا وہ متعدد مقامات پر بیان کیا گیا ہے۔ نیز حج کے موقعہ پر جو تلبیہ وہ کہا کرتے تھے اس سے بھی ان کے عقیدہ کا پتہ چلتا ہے یا اس آیت میں مشرکین کی اس حالت کی طرف اشارہ ہے کہ جب وہ مصائب میں گھر جاتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ کے آگے ہاتھ پھیلاتے تھے اور جب مصیبتیں ٹل جاتی تھیں تو پھر اس کا انکار کرتے تھے یا اس سے مراد ریاکار ہیں جو عبادت تو اللہ تعالیٰ کی کرتے ہیں لیکن دل میں یہ خیال ہوتا ہے کہ خلق مجھے اچھا سمجھے۔ یہ بھی ایمان اور شرک کو یکجا کرنے کی ایک صورت ہے اور اہل حق نے تو یہاں تک فرمایا کہ اگر اسباب ظاہری کی طرف مائل ہو اور مسبب حقیقی کی طرف سے نگاہ ہٹ گئی تو یہ بھی شرک ہوا (مظہری) بحوالہ (ضیاء القرآن)

۱۰۷۔ سو کیا پھر بھی ان کو اس بات کا خوف نہیں کہ اللہ کے عذاب کی کوئی آفت ان پر آ پڑے جو ان کو گھیر لے یا اچانک ان پر قیامت آجائے اور ان کو خبر بھی نہ ہو۔ یعنی کیا یہ اپنے رب کو بھول گئے اور مطمئن ہو گئے کہ کوئی چھا جانے والا عذاب خداوندی ان پر آجائے قتادہ نے غَاشِيَة کا ترجمہ کیا "پڑنے والی آفت" اور ضحاک نے کہا اس سے مراد ہے آسمانی بجلیاں اور غیبی حوادث بَغْتَة اچانک جس کی پہلے سے کوئی علامت ہو نہ علم نہ وقت معین ہو۔ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ اور وہ بے خبر ہوں اس کے لئے تیار بھی نہ ہوں أَفَأَمِنُوا میں استفہام انکاری ہے۔ یعنی ان کے لئے یہ خدا فراموشی اور عذاب خداوندی سے بے خوفی مناسب نہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا۔ لوگ بازاروں میں مشغول ہوں گے کہ ایک سخت چیخ لوگوں کو ہیجان میں ڈال دے گی۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو آدمی (بائع اور مشتری) کپڑا پھیلائے ہوئے (سودا کرنے میں مشغول) ہوں گے کہ قیامت آجائے گی نہ خرید و فروخت کر سکیں گے نہ کپڑے کو لپیٹ سکیں گے۔ (تفسیر مظہری)

۱۰۸۔ اس آیت میں جو بات کہی گئی ہے وہ ہماری معارف میں سے ہے فرمایا آپ کہہ دیجئے اعلان کر دیجئے میری راہ یہ ہے کہ علم و یقین کی بناء پر خدا پرستی کی دعوت دیتا ہوں اور کہتا ہوں میری راہ شرک کرنے والوں کی راہ نہیں ہے برخلاف اس کے تمہارا یہ حال ہے کہ شرک کے داعی ہو اور بنیاد دعوت علم و یقین نہیں ہے جہل و ظن ہے۔ اے منصفو

اللہ کے ہاتھ سے اور ایسے ہی فیصلے پہلی قوموں کے لئے بھی ہو چکے ہیں۔ یہاں "بصیرۃ" کا لفظ فرمایا۔ بصیرۃ کے معنی علم معرفت اور یقین کے ہیں اور اسی لئے دلیل و حجت پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ پس قرآن فرماتا ہے میں جس راہ کی طرف بلا رہا ہوں اس کے لئے میرے سامنے علم و یقین ہے۔ پھر کیا تمہارے پاس بھی علم و یقین میں سے کچھ ہے؟ اگر نہیں ہے تو اتباع علم و یقین و عرفان کا کرنا چاہیے یا جہل و گمراہی اور شک و گمان کا۔ (بحوالہ ترجمان القرآن)

● حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب احسن طریق اور افضل ہدایت پر ہیں یہ علم کے معدن، ایمان کے خزانے، رحمٰن کے لشکر ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا طریقہ اختیار کرنے والوں کو چاہیے کہ گزرے ہوؤں کا طریقہ اختیار کریں وہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں جن کے دل امت میں سب سے زیادہ پاک، علم میں سب سے عمیق، تکلف میں سب سے کم ایسے حضرات ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور ان کے دین کی اشاعت کے لئے برگزیدہ کیا۔ (بحوالہ حاشیہ کنزالایمان)

لغوی اشارے ✶ اَلْغَاشِيَة : غَشِيَ يَغْشَاهُ سے اسم فاعل واحد مؤنث، چھپا لینے والی، ڈھانک دینے والی، چھا جانے والی چیز۔ یہ اصل وصفی معنی ہے لیکن مراد قیامت ہے اس لئے کہ اس کی ہولناکیاں سب پر چھا جائیں گی (معجم المفردات، جلالین) حاصل مطلب یہ کہ لغوی اعتبار سے وصفی معنی تھا کسی چیز کا نام نہ تھا لیکن قرآنی اصطلاح میں قیامت کا علم بن گیا ✶ غَاشِيَةٌ : اسم فاعل واحد مؤنث، ہر طرف سے گھیر لینے والی عقوبت اور چھا جانے والا عذاب (کمالین) ● بَغْتَةً : ایک دم، اچانک، یکایک ● سَبِيل : راستہ، راہ "سبیل" اصل میں اس راہ کو کہتے ہیں جو واضح ہو اور اس میں سہولت ہو امام راغب لکھتے ہیں "سبیل" کا استعمال ہر اس شے کے لئے ہوتا ہے جس کے ذریعہ کسی شے تک پہنچا جا سکے خواہ وہ شے شر ہو یا خیر، نیز واضح راستہ بھی اس سے مراد لیا جاتا ہے یہ لفظ مذکر میں استعمال ہوتا ہے اور مؤنث بھی۔ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ اس کی تانیث زیادہ غالب ہے "سبیلی": میری راہ، میرا راستہ۔ سبیل مضاف ی ضمیر واحد متکلم، مضاف الیہ ● بَصِيرَةٌ : بینائی، سمجھ، دلیل، واضح رہے کہ بصیرت کا استعمال صرف دل کی بینائی کے متعلق ہوتا ہے۔ آنکھ سے دیکھنے اور نظر کرنے کے لئے نہیں ہوتا۔ بصیرت کے مختلف معانی آتے ہیں عقل، سمجھ، عبرت، دلیل اور حجت۔ (لغات القرآن)

متفرقات مزید ✶ قیامت کے لفظی معنی ہیں کھڑا ہونا۔ چونکہ اس دن ساری مخلوق کھڑی ہوگی یا تمام جہان کے سارے اولین و آخرین ایک میدان میں کھڑے ہوں گے ✶ قیامت کے دن سب اٹھ کر یکبارگی اٹھ کھڑے ہوں گے دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو سب زندہ ہو کر قبروں سے نکل آئیں گے (معجم القرآن) روز قیامت ثابت ہے، اٹل ہے، اس کو کوئی ٹال نہیں سکتا ✶ صحیحین میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کردہ حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ .... کوئی آدمی اپنا حوض درست کرتا ہوگا اور اس کا پانی پلانے نہ پائے گا کہ قیامت برپا ہو جائے گی۔ کوئی آدمی اونٹنی کا دودھ دوہ کر لے کر آ رہا ہوگا اور پینے نہ پائے گا کہ قیامت برپا ہو جائے گی۔ کوئی شخص لقمہ اٹھا کر منہ میں لے جا رہا ہوگا اور کھانے نہ پائے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی (یعنی قیامت کا وقوع اچانک ہو جائے گا اگرچہ اس کی نشانیاں مدت سے ظاہر ہو رہی ہوں گی) (س م ح ش)

وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِىٓ إِلَيْهِم مِّنْ أَهْلِ ٱلْقُرَىٰٓ ۗ أَفَلَمْ يَسِيرُوا۟ فِى ٱلْأَرْضِ
فَيَنظُرُوا۟ كَيْفَ كَانَ عَٰقِبَةُ ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۗ وَلَدَارُ ٱلْءَاخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ ٱتَّقَوْا۟
أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ حَتَّىٰٓ إِذَا ٱسْتَيْـَٔسَ ٱلرُّسُلُ وَظَنُّوٓا۟ أَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوا۟ جَآءَهُمْ
نَصْرُنَا فَنُجِّىَ مَن نَّشَآءُ ۖ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُنَا عَنِ ٱلْقَوْمِ ٱلْمُجْرِمِينَ ۝ لَقَدْ كَانَ فِى قَصَصِهِمْ
عِبْرَةٌ لِّأُو۟لِى ٱلْأَلْبَٰبِ ۗ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصْدِيقَ ٱلَّذِى بَيْنَ يَدَيْهِ وَ
تَفْصِيلَ كُلِّ شَىْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝

اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب مرد ہی تھے جنھیں ہم وحی کرتے اور سب شہر کے ساکن تھے۔ تو کیا یہ لوگ زمین پر چلے نہیں تو دیکھتے ان سے پہلوں کا کیا انجام ہوا۔ اور بے شک آخرت کا گھر پرہیزگاروں کے لئے بہتر۔ تو کیا تمہیں عقل نہیں * یہاں تک جب رسولوں کو ظاہری اسباب کی امید نہ رہی اور لوگ سمجھے کہ رسولوں نے ان سے غلط کہا تھا اس وقت ہماری مدد آئی تو جسے ہم نے چاہا بچا لیا گیا اور ہمارا عذاب مجرم لوگوں سے پھیرا نہیں جاتا * بے شک ان کی خبروں سے عقلمندوں کی آنکھیں کھلتی ہیں یہ کوئی بناوٹ کی بات نہیں لیکن اپنے سے اگلے کاموں کی تصدیق ہے اور ہر چیز کا مفصل بیان اور مسلمانوں کے لئے ہدایت اور رحمت
(۱۲/۱۰۹ تا ۱۱۱ * ت : ک)

۱۰۹۔ عرب کے مشرکین یہ کہتے تھے کہ خیر اگر اللہ تعالیٰ کو ہماری ہدایت مقصود ہے اور اس کے نزدیک ہمارا یہ طریقہ ناپسند ہے تو وہ آسمان سے فرشتہ ہی کیوں نہیں بھیج دیتا کہ جن کے کہنے میں کسی کو بھی شبہ نہ رہے۔ اس کا تحقیقی جواب بھی ایک موقع پر دیا ہے کہ اگر فرشتے بھی آتے تو انسان ہی کی شکل میں ہوکر آتے پھر ان پر بھی وہی شبہ ہوتا جو بشر رسولوں پر ہوتا ہے اور یہاں یہ جواب الزامی دیا ہے کہ آخر تم ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کو تو برگزیدہ اور خدا تعالیٰ کا ہادی مانتے ہو۔ پھر کیا وہ فرشتہ تھے؟ اور یہود و نصاریٰ اپنے واہی تباہی شبہات سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) (کے منکر تھے) ان کو جواب دیا ہے آخر موسیٰؑ اور عیسیٰؑ اور ان کے درمیانی سینکڑوں رسولوں کے تم بھی تو قائل ہو پھر ان میں وہ کیا بات تھی جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں نہیں پاتے؟ اگر کہو ان سے معجزات صادر ہوتے ہیں تو تم پہلے معجزہ کی کوئی حقیقت و ماہیت مقرر کرلو (یہی کہو گے کہ خلاف عادت کوئی بات مدعی نبوت سے سرزد ہونے کو کہتے ہیں) پھر دیکھو کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں کس قدر (زیادہ) ہیں۔ اس میں کچھ بھی مبالغہ نہیں کہ ایسے (اصطلاح) کسی نبی کے معجزے صادر نہیں ہوئے۔ اگر کہو کہ ان کی طرف وحی و الہام ہوتا تھا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس میں سب سے بڑھ کر ہیں۔ اگر کہو طریقہ تعلیم اور دین کی خوبی تو قرآن مجید اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور تعلیم کا ان کی تعلیم اور سیرت سے مقابلہ کرلو۔ الغرض وہ بھی بستیوں کے لوگ تھے کہ جن کی طرف خدا تعالیٰ نے وحی کی تھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ہوئی۔ اس آیت سے چند باتیں ثابت ہوئیں اول یہ کہ انبیاء علیہم السلام رجال یعنی مرد تھے۔ دوم یہ کہ کوئی بھی وحی اور الہام سے خالی نہ تھا ہاں یہ بات اور ہے کہ بعض پر کتاب نازل نہیں ہوئی (سوم) اس پر مشرکوں کو تنبیہ ہوتی فرمایا ہے کہ ذرا زمین پر پھر کر دیکھو کہ انبیاء علیہم السلام کے جھٹلانے

والوں کا کیا انجام ہوا۔ عاد و ثمود کی بستیاں اور قوم لوط کی دیہات الٹے پڑے ہیں کیا ان سے فرعون اور کھوج ہے اس کا
وہ شہر۔ کیا ان سے آگے جا کر اور کھوج نہیں لگاتے کہ وہ زور و شور؟ عبرت! عبرت! عبرت!!! (بحوالہ تفسیر عثمانی)

۱۱۰۔ ہمارے ان انبیاء کرام نے ان مشرکین کو ایک دو سال ہی نہیں بلکہ سالہا سال سمجھایا، سکھایا، پڑھایا، سنایا اور دین و توحید الٰہی کا درس پڑھایا اور نہ ماننے والوں سے شرک سے توبہ نہ کرنے کی صورت میں عذاب دنیوی سے ڈرایا مگر چند سیدھے سادے غریب مسکین لوگوں کے کسی نے ایمان قبول نہ کیا یہاں تک کہ ایک طرف تو انبیاء کرام کافروں کی قبولیت حق و صداقت سے اور ایمان لانے سے مایوس ہو گئے اور دوسری طرف کافروں نے یہ یقین کر لیا بلکہ علی الاعلان کہنا شروع کر دیا کہ کوئی عذاب وغیرہ نہیں آتا تھا کہ اچانک ہماری نصرت جو انبیاء کے لئے رحمت و مدد تھی اور کفار کے لئے عذاب تھی ان سب کے پاس آ گئی۔ اتنا تیز آناً فاناً عذاب آیا کہ کوئی بچ نہ سکا ہاں ہم نے جس کو چاہا بسہولت بچا لیا یعنی بچنے والے ہمارے انبیاء کرام اور ان کی جماعت تابع فرمان یعنی مومنین۔ اور سابقہ نافرمان امتوں کی تاریخ سے ثابت و ظاہر ہے کہ کبھی بھی ہمارا عذاب مجرم قوم سے نہ پھیرا گیا۔ (بحوالہ اشرف التفاسیر)

۱۱۱۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا قصہ عقل والوں کے لئے تدبر و تفکر کا بہترین ذریعہ ہے * بحر العلوم میں ہے کہ یہ وہ نصیحت ہے جسے آنے والی نسل کے عقل والے حاصل کریں گے پھر وہ جرات نہیں کریں گے جیسے ان گزشتہ لوگوں سے اسباب (کفر و تکذیب وغیرہ) سرزد ہوئے تو وہ عذاب الٰہی کی لپیٹ میں آ گئے۔ عقل والے ایسے اسباب سے اجتناب کریں گے جن کی وجہ سے ان کی تباہی ہوئی بلکہ وہ ایسے اچھے اسباب عمل میں لائیں گے جو فتح و نصرت اور نجات کا موجب بنیں * قرآن پاک اور وہ جو اس میں مذکور ہے وہ نہیں ہے بات گھڑی ہوئی کہ جسے کسی بشر نے اپنی طرف سے افتراء کیا ہو بلکہ یہ تصدیق کرتا ہے ان کتب سماویہ کی جو اس سے پہلے انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئی تھیں اور ان کی صحت پر دلیل و حجت ہے اور دین کے حلال و حرام کو بیان کرنے والا ہے اور گمراہی سے ہدایت دینے والا ہے (کتب سابقہ) اور عذاب سے رحمت ہے ایسی قوم کے لئے جو ایمان لاتے ہیں۔ قرآن جمیع راحت کا جامع ہے۔ (بحوالہ روح البیان)

لغوی اشارے * رِجَالًا : مرد، پیادے، پاؤں چلتے۔ اول معنی کے اعتبار سے رَجُلٌ کی جمع ہے اور دوسرے معنی کے لحاظ سے رَاجِلٌ کی جمع ہے جیسے رکاب راکب کی جمع ہے۔ رَاجِلٌ رِجْلٌ سے مشتق ہے جس کے معنی پیر کے ہیں اور اسی مناسبت سے پاؤں، پیدل اور پیادہ کو راجل کہتے ہیں ● نُصِرْنَا : جمع متکلم ماضی معروف نَصْرٌ مصدر۔ ہم نے ہماری۔ ہم نے اس کی حفاظت کی ● نُجِّیَ واحد مذکر غائب ماضی مجہول تَنْجِیَۃٌ مصدر باب تفعیل اس کو بچا لیا گیا۔ اس کو نجات دی گئی۔ (لغات القرآن)

مفہومات مزید * کفار و مشرکین کا یہ خیال بالکل غلط تھا کہ کوئی انسان نبوت کے رتبہ کا حامل ہو سکتا ہے وہ سمجھتے تھے کہ نبوت فرشتوں کے ساتھ خاص ہے کہ انسان میں بشری کمزوریاں نہیں ہوتیں یہاں ان کے اس وہم، وسوسہ اور غلط خیال کی تردید کرتے ہوئے واضح فرما دیا گیا کہ مرد ہی رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں تاکہ سارے انسانوں کے لئے افادہ اور استفادہ ممکن ہو * نافرمانوں کے تباہ شدہ کھنڈر پر آج عبرت ہیں * اللہ تعالیٰ ایمان لانے والوں، فرمانبرداروں اور نیکوکاروں کو اپنی نصرت سے نوازتا ہے اور ان کی حفاظت فرماتا ہے جبکہ شرک و کفر و نافرمانی میں مبتلا لوگ عذاب الٰہی سے دوچار ہوتے ہیں عذاب ان سے ٹلتا نہیں * حضرت یوسفؑ اور ان کے برادران کے قصہ میں اہل عقل کے لئے عبرت و نصیحت ہے۔ قرآن پاک بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا کلام، کتب سابقہ کا مصدق، ہر چیز کی تفصیل بتانے والا، لوگوں کا ہادی، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے والوں کے لئے ہدایت کا باعث اور پیام رحمت ہے مومنین کے لئے نجات اور عذاب سے چھٹکارے کا ضامن ہے